
ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

جبیب عجمیؒ کی بی بی حضرت عمرہؒ کا ذکر

یہ ساری رات عبادت کرتیں جب اخیر رات ہوتی تو خاوند سے کہتیں قافلہ آگے چل دیا تم پیچھے سوتے رہ گئے۔ ایک بار اُن کی آنکھ دُکھنے آئی۔ کسی نے پُوچھا کہنے لگیں۔ میرے دل کا درد اس سے بھی زیادہ ہے۔

فائدہ ۔ بیبیو خدا کی محبت کا ایسا درد پیدا کرو کہ سب درد اس کے سامنے ہلکے ہوجائیں

حضرت اُمّۃُ الجلیلؒ کا ذکر

یہ بڑی عابد زاہد تھیں۔ ایک بار کئی بزرگوں میں گفتگو ہوئی کہ ولی کیسا ہوتا ہے۔ سب نے کہا کہ آؤ اُمۃ الجلیلؒ سے چل کر پوچھیں۔ غرض ان سے پوچھا۔ فرمایا ولی کی کوئی گھڑی ایسی نہیں ہوتی جس میں اس کو خدا کے سوا کوئی اور دھندا ہو۔ جو کوئی اس کو دوسرا دھندا بتلائے وہ جھوٹا ہے۔ فائدہ۔ کیسی شان کی بی بی تھیں۔ کہ بزرگ مرد اُن سے ایسی باتیں پوچھتے تھے۔ اور اُنھوں نے کیسی اچھی پہچان بتلائی۔ بیبیو تم بھی اس کی حرص کرو۔ اور اپنے سارے دھندوں سے زیادہ خدا کی یاد کا دھندا کرو۔

حضرت عبیدہ بنت کلاب کا ذکر

مالک ابن دینار ایک بڑے کامل بزرگ ہیں۔ یہ بی بی ان کی خدمت میں آتی جاتی تھیں۔ بعضے بزرگ اُن کا رتبہ رابعہ بصریؒ سے زیادہ بتلاتے ہیں۔ ایک شخص کو کہتے سُنا کہ آدمی پورا متقی جب ہی ہوتا ہے کہ جب اُس کے نزدیک خدا کے پاس جانا سب چیزوں سے پیارا ہو جائے۔ یہ سُن کر غش کھا کر گر پڑیں۔

فائدہ۔ خُدا کے پاس جانے کا کیسا شوق تھا کہ ذکر سُن کر غش آگیا۔ اب یہ حال ہے کہ موت کا نام سُننا پسند نہیں۔ اس کی وجہ صرف دُنیا کی محبت ہے۔ کہ جانے کو جی نہیں چاہتا۔ اس کو دل سے نکالو۔ جب خدا کے یہاں جانے کو جی چاہے گا

حضرت عفیرہؒ عابدہ کا ذکر

ایک روز بہت سے عابد لوگ اُن کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے لئے دُعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں اتنی گنہگار ہوں کہ اگر گناہ کرنے کی سزا میں آدمی گونگا ہو جایا کرتا تو مَیں بات بھی نہ کرسکتی یعنی گونگی ہو جاتی۔ لیکن دُعا کرنی سُنّت ہے۔ اس لئے دُعا کرتی ہوں۔ پھر سب کے لئے دُعا کی۔

فائدہ۔ دیکھو ایسی عابد زاہد ہوکر بھی اپنے کو ایسا عاجز گنہگار سمجھتی تھیں اب یہ حال ہے کہ ذرا دو تین تسبیحیں پڑھنے لگیں۔ اور اپنے کو بزرگ سمجھ لیا۔ خدائے تعالےٰ کو بڑائی ناپسند ہے۔ ہر حال میں اپنے کو کمتر سمجھو۔ اور سچ بھی ہے سینکڑوں عیب ہر حالت میں بھرے رہتے ہیں۔ پھر عبادت کے ساتھ اُن کو بھی دیکھے۔ تو کبھی بڑائی کا خیال نہ آئے۔

حضرت شعوانہؒ کا ذکر

یہ بہت روتیں اور یوں کہتیں کہ مَیں چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ آنسو باقی نہ رہیں پھر خون روؤں اتنا کہ بدن بھر میں خون نہ رہے۔ اُن کی خادمہ کا بیان ہے کہ جب سے میں نے اُن کو دیکھا ہے ایسا فیض ہُوا ہے کہ کبھی دُنیا کی رغبت مجھ کو نہیں ہوئی۔ اور کسی مسلمان کو حقیر نہیں سمجھا۔ حضرت فضیلؒ بن عیاض بڑے مشہور بزرگ ہیں وہ ان کے پاس جاکر دُعا کراتے

فائدہ۔ خدا کے خوف سے یا محبت سے رونا بڑی دولت ہے۔ اگر رونا نہ آئے رونے کی صورت ہی بنا لیا کرو۔ اللہ میاں کو عاجزی پر رحم آجائے گا۔ اور دیکھو بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے کیسا فیض ہوتا ہے۔ جیسا اُن کی خادمہ نے بیان کیا۔ تم بھی نیک صحبت ڈھونڈا کرو۔ اور بُرے آدمی سے بچا کرو۔

حضرت آمنہ رملیہؒ کا ذکر

ایک بزرگ ہیں بشرؒ بن حارثؒ وہ ان کی زیارت کو آتے۔ ایک دفعہ حضرت بشر بیمار ہوگئے۔ یہ اُن کو پوچھنے گئیں احمد بن حنبلؒ جو بہت بڑے امام ہیں۔ وہ بھی پوچھنے آگئے۔ معلوم ہُوا یہ آمنہ ہیں رملہ سے آئی ہیں۔ امام احمدؒ نے بشر سے کہا کہ ان سے ہمارے لئے دُعا کراؤ۔ بشرؒ نے دُعا کے لئے کہا۔ اُنھوں نے دُعا کی کہ اے اللہ بشرؒ اور احمدؒ دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں۔ ان دونوں کو پناہ دے۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ رات کو ایک پرچہ اُوپر سے گرا۔ اس میں بسم اللہ کے بعد لکھا ہُوا تھا کہ ہم نے منظور کیا۔ اور ہمارے یہاں اور بھی نعمتیں ہیں۔

فائدہ۔ سبحان اللہ کیسی دُعا مقبول ہوئی۔ بیبیو یہ سب برکت تابعداری کی ہے۔ جو خدا کا حکم پُورا کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کا سوال پورا کرتے ہیں۔ بس حکم ماننے میں کوشش کرو۔

حضرت منفوسہ بنت زید بن ابی الفوارس کا ذکر

جب ان کا بچّہ مرجاتا اس کا سر گود میں رکھ کر کہتیں کہ تیرا مجھ سے آگے جانا اس سے بہتر ہے کہ مجھ سے پیچھے رہتا۔ مطلب[1] یہ کہ تو آگے جاکر مجھ کو بخشوا دیگا۔ اور خود بھی (بچّہ بھی) بخشا جائے گا۔ اور اگر میرے پیچھے زندہ رہتا تو بھی سینکڑوں گناہ کرتا اور خدا جانے بخشوانے کے قابل ہوتا یا نہ ہوتا۔ اور فرماتیں کہ میرا صبر بہتر ہے بیقراری سے اور فرماتیں کہ اگرچہ جُدائی کا افسوس ہے لیکن ثواب کی اس سے زیادہ خوشی ہے۔

فائدہ۔ بیبیو کسی کے مرنے کے وقت اگر یہی باتیں کہہ کر جی کو سمجھایا کرو تو انشاء اللہ تعالےٰ کافی ہیں۔

حضرت سیّدہ نفیسہ بنت حسن بن زید بن حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر

یہ ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں۔ کیونکہ حضرت علی رضؓ کے جو پوتے ہیں زید یہ اُن کی پوتی ہیں۔ ۱۴۵ھ میں مکہ میں پیدا ہوئیں۔ عبادت ہی میں اُٹھان ہُوا۔ امام شافعیؒ بہت بڑے امام ہیں۔ جب وہ مصر میں آئے تو اُن کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ فائدہ۔ بیبیو۔ علم اور بزرگی وہ چیز ہے کہ اتنے بڑے امام اُن کی خدمت میں آتے تھے تم بھی دین کا علم حاصل کرو۔ اُس پر عمل کرو۔ تاکہ بزرگی حاصل ہو۔

---

[1] حالت موجودہ پر یہی کہنا مناسب تھا۔ ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ بچّہ ولی ہوجاتا خود بھی بہت سا ثواب پاتا اور شفاعت بھی اعلیٰ درجہ کی کرتا مگر یقین اس کا بھی نہیں فقط احتمال تھا

هفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۱۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ ۱۸ جنوری ۱۹۵۷ء | شمارہ ۳۶

ہمارا دفاع

صدر مملکت نے عسکری افسروں کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی فوجوں کو مختصر ترین وقفہ کے نوٹس پر تیار رہنا چاہئے۔ آپ نے کہا کہ کشمیر کی سرحدوں سے پاکستان پر حملہ بھارت کی جانب سے کامیابی سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کی فوجوں کو اسی لحاظ سے مضبوط اور ہوشیار ہونا چاہئے۔ آپ نے دفاعی معاہدوں کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ موجودہ ایٹمی دور میں غیر جانبداری کی پالیسی مضحکہ خیز ہے۔

صدر مملکت کی تقریر فی الواقع اہم ہے۔ جب تک کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہوتا پاکستان کا دفاع مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی ضرورت ہے۔ قوم اس ضمن میں جائز طور پر ملکی فوجوں سے توقعات رکھ سکتی ہے۔ کہ وہ موقع آنے پر اپنے مذہب اور قومیت کے شایان شان کارنامے انجام دیں گے۔ پاکستان کے دفاع پر عوامی سہولتوں اور آسائشوں کی قیمت پر گراں بہا سرمایہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ اور قوم اس کا بدل یہی وصول کر سکتی ہے۔ کہ وقت پڑنے پر فوجی وطن عزیز کی سرحدات کی حفاظت خاطر خواہ طور پر کریں گے۔

جب صدر مملکت ملکی دفاع پر کشمیر کے نکتہ نگاہ سے بول رہے تھے تو ان کی تقریر میں عوامی فوجی تربیت کے متعلق اشارہ نہ پاکر مایوسی ہوئی۔ موجودہ زمانے میں لڑائی کے وقت فوجی اور عوام برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ بالخصوص پاکستان میں سابقہ پنجاب کا بارڈر تمام کا تمام بھارت سے ملا ہوا ہے۔ ہمارا دفاع اسی طریقہ سے ہو سکتا ہے جبکہ عوام پوری طرح تربیت یافتہ ہوں۔ ان مواقع پر ملک جن حالات میں سے گزرتا ہے۔ اس کا احساس ہمیں کرنا چاہئے۔ آج کل لڑائیاں عوامی حوصلے ہمت اور ثابت قدمی پر لڑی جاتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ عوام لڑائی کے لئے تربیت یافتہ اور تیار نہ ہوں تو بڑی سے بڑی مضبوط فوج مؤثر طور پر کام نہیں کر سکتی۔

ایک افسوسناک خبر

قارئین کرام نے یہ خبر روزناموں میں دیکھی ہوگی کہ چین جو پاکستانی کپاس کا بڑا خریدار ہے، اس نے خرید اس لئے بند کر دی ہے کہ پاکستانی ایکسپورٹرز کپاس کی جنس کا وہ معیار برقرار نہیں رکھ سکے جس کا انہوں نے عہد کیا تھا۔

کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے ملک کے بد دیانت تاجر نہ صرف اندرون ملک میں قحط و گرانی پیدا کرکے عوام کو بھوک ننگ سے دوچار کرتے ہیں بلکہ بیرون ملک میں بھی ان شرمناک حرکات کا مظاہرہ کرکے پاکستان کی ساکھ کو بٹہ لگاتے ہیں۔ اور مالی طور پر نقصان پہنچاتے ہیں۔ برآمد کنندگان کوئی معمولی آدمی نہیں قانون جہاں گرفت کرنے سے ہچکچاتا ہے۔ یہ لوگ اس طبقہ سے متعلق ہیں ان لوگوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ہمارے خیال میں کسی اپیل اور درخواست کی ضرورت نہیں۔ اس قدر ملکی مفاد کے متعلق حکومت خود سوچ سکتی ہے کہ پاکستان کی صنعتی اور زراعتی ترقی اشیائے خام ہی کی برآمد پر ہے اور اگر ایسے سماج دشمن عناصر بڑھتے رہے تو پاکستان کی ترقی کی کیا رفتار ہوگی اور بیرونی دنیا میں پاکستان کا وقار کیا ہوگا۔

برطانوی وزارتِ عظمیٰ میں تبدیلی

برہنہ سامراجیت کے علمبردار وزیر اعظم برطانیہ اپنے عہدہ سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ بظاہر سبکدوشی کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ اُن کی صحت خراب ہوگئی ہے۔ اس لئے وہ مستعفی ہوئے۔ لیکن یہ قرینِ قیاس نہیں۔ صحت کی بحالی کے لئے وہ بیرونِ ملک گئے۔ اور واپسی پر اعلان کیا گیا کہ اب وہ رُو بصحت ہیں۔ پھر خرابیٔ صحت کا کیا سوال؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ مصر میں وہ کر گزرے ہیں۔ جس کی انہیں اب تاب نہیں۔ ایک طرف تو ہزاروں بے گناہ مصریوں کی رُوحیں اُن کا تعاقب کرتی رہیں اور ہزاروں لاوارث انسانوں۔ بچّوں اور بیوگان کی بد دعائیں کرتی رہیں۔ اور دوسری طرف خود اہلِ برطانیہ کی محتسب نظروں سے وہ نظریں نہیں ملا سکتے تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے سب کچھ کھویا اور برطانیہ کے لئے کچھ حاصل نہ کیا۔ نہر سویز میں برطانیہ کی عزت اکیلی نہیں بلکہ وہ پوری دولت مشترکہ کو لے کر ڈوبی۔ کیونکہ دولت مشترکہ ہی کے اراکین دورانِ جنگ میں اقوامِ متحدہ کی وساطت سے برطانیہ کو نیچا دکھا رہے تھے۔ پھر مصر کے عزم میں فرق نہ آیا۔ صدرِ مصر آج پہلے سے زیادہ وثوق سے برطانیہ کے ساتھ گفت و شنید کرنے کو ٹھکراتے ہیں۔ برطانوی وزیر اعظم اپنی بدکرداری سے قوم کی نظروں سے گر گئے۔ لیکن مصری صدر اپنی خودداری کی بدولت نہ صرف ملّت کی نظر میں بلکہ ساری دُنیا کی نظروں میں بلند ہوگئے۔ مصر نے بیسیوں مُلکوں کو اپنا حلیف بنایا۔ لیکن برطانیہ نے جارحیت کے باعث امریکہ جیسا دوست کھو دیا۔

خیر اب برطانیہ کو پھونک پھونک کے قدم رکھنا پڑے گا۔ نہر سویز کے بارے میں مصر کو ہر طرح مطمئن کرنا ہوگا۔ یہ دونوں ملکوں (مصر و برطانیہ) کے لئے مفید ہوگا۔ ورنہ کج روی کا حشر ظاہر ہے۔ کسی کو متنبہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ - یوم الجمعہ ۹ - جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ - ۱۱ - جنوری ۱۹۵۷ء

اِنسان کی ترقی کا صحیح مفہوم

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ - لاہور)

برادران اسلام - آج کل آپ کو ہر پڑھے لکھے انسان کی زبان سے ترقی کا لفظ سننے میں آئیگا - حتّٰی کہ سکولوں کے بچّوں کی زبان پر بھی یہ لفظ رواں ہے - مثلاً کوئی کہتا ہے کہ فلاں شخص نے بڑی ترقی کی ہے - معمولی چھابڑی فروش تھا - اور آج اس کی دکان میں ہزاروں کا مال ہے - کوئی کہتا ہے کہ فلاں ماسٹر نے بڑی ترقی کی ہے - میٹرک پاس کر کے ملازم ہُوا تھا - ملازمت بھی کرتا رہا - اور پرائیویٹ امتحان بھی دیتا رہا - یہاں تک کہ ایم - اے کیا - اور آج کل فلاں کالج میں پروفیسر ہے - کوئی کہتا ہے کہ فلاں زمیندار نے بڑی ترقی کی ہے - پہلے معمولی زمیندار تھا - اور آج کل بہت بڑا زمیندار بن گیا ہے - اتنی زمین کا مالک ہے کہ گورنمنٹ کو بیس ہزار روپیہ سالانہ مالیانہ ادا کرتا ہے - وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی اکثریت کے ذہن میں ترقی کے معیار اسی قسم کے ہیں - واقعہ یہ ہے کہ کتاب و سنّت کی روشنی میں دیکھا جائے - تو ایک تو ترقی کے یہ معیار اسلامی نہیں ہیں - یہ ترقیاں تو ایک کافر اور مشرک کو حاصل ہوسکتی ہیں - اور دوسری چیز یہ ہے - کہ ترقی کی یہ سب صورتیں فانی ہیں - انسان مرا - اور یہ سب ترقیاں ختم ہوگئیں - اللہ تعالٰے اپنے فرمانبردار بندوں کو اسی دُنیا کی زندگی میں وہ ترقی کرانا چاہتا ہے - جو مرنے کے ساتھ ختم نہ ہو جائے - بلکہ اس ترقی کا اثر مرنے کے بعد قبر میں بھی ساتھ جائے - اس ترقی کا فائدہ اس انسان کو قبر میں بھی ملے - بلکہ جب قیامت کے دن میدان محشر میں اُٹھے - اس وقت بھی وہ ترقی انسان کو کام آئے - اور وہاں بھی آرام پائے - میدان محشر کے حساب و کتاب سے فارغ ہونے کے بعد بھی اسی ترقی کی بدولت ایسی جگہ ٹھیرایا جائے - جہاں کبھی کوئی تکلیف نہ ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امن - چین اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتا رہے - آج کی معروضات میں یہ عاجز قرآن مجید کی روشنی میں اسی ترقی کو پیش کرنا چاہتا ہے - واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم -

اِنسان دو چیزوں سے مرکب ہے

برادرانِ اسلام یہ انسان جو ہم دیکھتے ہیں یہ دو چیزوں سے مرکب ہے - عام انسانوں کی اصطلاح میں ان چیزوں کو جسم اور روح کہا جاتا ہے اور فلسفہ کتاب و سنّت کے بہت بڑے بلکہ بے نظیر فلاسفر حضرت مولانا و مقتدانا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ان دونوں کو بہیمیۃ اور ملکیۃ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے -

دونوں کا حدیث شریف سے ثبوت

حدیث شریف سے ثابت ہے - کہ عورت کے حاملہ ہونے کے بعد چار مہینے تک بچّے کا وجود مکمل ہو جاتا ہے - اس کے بعد اس وجود میں رُوح (عالم ملکوت سے لاکر) ڈالی جاتی ہے - اس سے ثابت ہُوا کہ گوشت - پوست - ہڈیوں کا ڈھانچہ یہیں تیار ہوتا ہے - اور روح عالم ملکوت سے لاکر ڈالی جاتی ہے -

دونوں کی غذا

نمبر اوّل جسم کی غذا

انسان کا بدن چونکہ اشیاء ارضیہ سے بنا ہے یعنی ماں باپ نے سبزیاں - ترکاریاں - اناج - میوہ جات کھائے - اس خوراک سے اللہ تعالٰے کی قدرت سے لہو پیدا ہُوا - اور اس لہو سے اللہ تعالٰے نے اپنی قدرت کاملہ سے منی پیدا کی - جو انسان کے وجود کا بیج ہے - اس بیج کو ماں کے پیٹ میں ڈال کر انسان کا وجود بنایا - اب اس وجودِ انسانی کی غذا بھی زمین سے پیدا شدہ چیزیں ہونگی - یعنی جب اس وجود سے نقل و حرکت یا اور کوئی کام لیا جائیگا - تو اس کی طاقت ختم ہو جائے گی - پھر دوبارہ طاقت پیدا کرنے کے لئے بھی زمین سے پیدا شدہ چیزیں اسے کھلائی پلائی جائینگی - تاکہ پھر اس کے وجود میں نئی قوت پیدا ہو - اور انسان پھر اپنا کام کرسکے -

نمبر دوم روح کی غذا

یہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رُوح عالم ملکوت سے لائی گئی ہے - یعنی جس جہاں میں فرشتے رہتے ہیں - وہاں سے لاکر اسے جسم کے پنجرے میں قید کیا گیا ہے - بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی جانور کو اپنے اصلی وطن سے پکڑ کر کسی پنجرے میں لاکر بند کر دیتے ہیں تو اُسے وہی غذا کھلاتے ہیں جو وہ اپنے وطن میں کھایا کرتا تھا - لاہور کے چڑیا گھر میں جاکر دیکھ لیجئے کہ شیر کو روزانہ گوشت دیا جاتا ہے - ہرنوں اور بارہ سنگوں کو گھاس دیجاتی ہے - اور سانپوں کو زندہ چوہے دیئے جاتے ہیں - اسی قاعدے کی بنا پر انسان کی رُوح کو روزانہ ذکر الٰہی کی غذا لازمی طور پر ملنی چاہئے - کیونکہ عالم ملکوت میں رہنے والے فقط اللہ تعالٰے کے ذکر سے ہی مسرور رہتے ہیں - اس کے علاوہ نہ کوئی اور چیز کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں -

اللہ تعالٰے کی مخلوق میں انسان کا مرتبہ

اللہ تعالٰے کی مخلوقات کو دیکھا جائے تو اس کے یہ نمبر ہیں - معدنیات - ان سے اُوپر نباتات - ان سے اُوپر حیوانات - ان سے اوپر انسان - اس سے اُوپر ملائکہ عظام -

ترقی اور تنزّل کے لغوی معنی

ترقی کے معنی اُوپر چڑھنا ہے - اور تنزل کے معنی نیچے اُترنا ہے - انسان سے اُوپر درجہ فرشتوں کا ہے - اس لئے انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہوگا - کہ انسان اپنے اندر ملائکہ عظام (فرشتوں) کی خصلتیں پیدا کرے - اور اس کا تنزل یہ پیدا ہوگا کہ اپنے سے نیچے درجے والے جو حیوان ہیں ان کی صفات میں تیز گام ہو جائے - مثلاً بیل اور گھوڑے رات کو خوب پیٹ بھر کر کھا لیتے ہیں - پھر سارا دن بوجھ ڈھوتے رہتے ہیں - اور ترقی یافتہ انسان (بشرطیکہ بافراط روپیہ ہو) ایک دن میں پانچ مرتبہ کھاتے ہیں - ایک بیڈ ٹی - جو صبح سویرے بستر ہی میں پیتے ہیں - دوسرا بریک فاسٹ یعنی ناشتہ - تیسرا ڈنر دوپہر کا کھانا - چوتھا ایوننگ تیسرے پہر کی چاء - پانچواں لنچ رات کا کھانا - نئی تہذیب میں یہ پانچ وقت کی خورد و نوش بھی ایک ترقی کی مثال ہے - ترقی کی دوسری مثال ملاحظہ ہو - پرانے زمانے میں ہمارے باپ دادا مٹی کے برتنوں ہی کو استعمال کرتے تھے - مثلاً چاء پینی ہے تو مٹی کے پیالے میں ڈالکر پی لی - مکھن کھانا ہو - تو رات کی بچی ہوئی باسی روٹی پر رکھ کر کھا لیا - اب ماشاء اللہ بڑی ترقی ہوگئی ہے - کہ چاء کے سٹ قسما قسم کے ولایت سے آتے ہیں - ان میں پی جاتی ہے - مکھن ڈبل روٹی کے ٹوسوں پر لگا کر کھایا جاتا ہے -

جن لوگوں کے دماغوں کی انگریز نے تربیت کی ہے - وہ انہیں چیزوں کو ترقی کہتے ہیں حالانکہ ان سب چیزوں کا تعلق فقط انسان کی قوت بہیمیہ سے ہے - یعنی انسان کی حیوانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے صفائی اور ستھرائی آ گئی - ان چیزوں کی بہتات سے انسان کی ملکی قوت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا - بلکہ ان چیزوں میں وقت صرف کرنے سے ملکیۃ کو کوفت ہوتی ہے - کہ میری راحت کا تو خیال نہیں کیا جاتا - اور بہیمی ضرورتوں کے بہتر سے بہتر طریقہ پر پورا کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت اور زیادہ سے زیادہ روپیہ صرف کیا جا رہا ہے

ترقی کا ایک اور میدان

جن انسانوں کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے صحیح یا محکم نہیں ہے۔ وہ ترقی کے اس میدان کو اپنی کم فہمی اور کوتاہ اندیشی سے انسانی ترقی کا انتہائی مقام سمجھتے ہیں - حالانکہ یہ چیز بھی غلط ہے - اس قسم کی ترقی کا تعلق بھی در اصل انسان کی قوت بہیمیہ ہی سے ہے - جس طرح اب آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی - یہ پہلے عرض کر چکا ہوں - کہ انسان سے نیچے طبقہ حیوانات کا ہے - اور اس سے اوپر طبقہ میں ملائکہ عظام (فرشتے) ہیں - ترقی کی معنی اوپر چڑھنا ہے - انسان کی اصلی اور صحیح ترقی یہ ہے کہ انسان اپنے اندر ملائکہ عظام کی صفات پیدا کرے - ترقی کے زیر بحث میدان کے کرشمے یہ ہیں - کہ سائنس نے ترقی کی - اور مثلاً مندرجہ ذیل چیزیں وجود میں آئیں - ٹیلیفون - وائرلیس - ریڈیو - ہوائی جہاز - ایٹم بم - مشین گن - ٹینک وغیرہ - انصاف سے کہیے - کہ ان ایجادات میں انسان کی بہیمیت کا تو نفع یا نقصان ہے - جو سفر مہینوں میں طے ہوتا تھا وہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے گھنٹوں میں طے ہو گیا - پہلے لڑائیوں میں سینکڑوں یا ہزاروں جانیں ضائع ہوتی تھیں - اب دو ایٹم بموں سے اڑھائی لاکھ جاپانی موت کے گھاٹ اتر گئے -

اصلی ترقی

برادران اسلام! انسان کا نام - انسان در اصل اس روح انسانی کے لحاظ سے ہے - جو روح حیوانات میں نہیں ہوتی - روح حیوانی کے لحاظ سے یہ ایک حیوان ہے - اور روح حیوانی کے لحاظ سے یہ انسان کہلاتا ہے - جیسے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ملکیۃ کہا جاتا ہے - اب ملائکہ عظام کے اوصاف حمیدہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک قرآن مجید میں بیان فرمائے ہیں وہ ملاحظہ ہوں -

صفات ملائکہ عظام

۱) فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۝

سورۃ حم السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۴

ترجمہ - پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ لوگ جو اپنے رب کے پاس ہیں - رات دن اس کی تسبیح کرتے ہیں - اور تھکتے نہیں -

۲) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

سورۃ الشوریٰ رکوع ۱ پارہ ۲۵

ترجمہ - اور سب فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں - اور ان کے لئے جو زمین میں ہیں - مغفرت مانگتے ہیں - خبردار بیشک اللہ ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے -

۳) وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّاۗفُّوْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ۝

سورۃ الصفت رکوع ۵ پارہ ۲۳

ترجمہ - اور بے شک ہم صف باندھ کر کھڑے رہنے والے ہیں - اور بے شک ہم ہی تسبیح کرنے والے ہیں -

۴) لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ سورۃ التحریم رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ - وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے -

خلاصہ

مذکورۃ الصدر آیات میں فرشتوں کی مندرجہ ذیل صفتیں مذکور ہیں - (۱) رات اور دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنا (۲) تسبیح کرتے نہ تھکنا - (۳) تسبیح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا (۴) خود تو گناہ سے پاک ہیں - مگر گناہ گاروں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا - (۵) یاد الٰہی کے لئے صف بستہ ہونا - (۶) اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا -

بہیمیۃ کی خواہشات کا فنا کرنا مقصود نہیں ہے

انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم جو آگے آ رہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بہیمیۃ کی خواہشات کو فنا کر دیا جائے - مثلاً ارشاد ہوتا ہے (قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ سورۃ الاعراف رکوع ۴ پارہ ۸

ترجمہ کہو - اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے - جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے - اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں (حرام کیں) کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں - قیامت کے دن خالص انہیں کے لئے ہو جائیں گی - اسی طرح ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں - ان کے لئے جو سمجھتے ہیں -

حاصل

یہ ہے کہ ضروریات بہیمیۃ کے پورا کرنے کے لئے جو نعمتیں پیدا کی گئی ہیں - وہ در اصل اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے ہیں - نافرمان لوگ ان کے صدقے میں کھاتے ہیں - جس طرح حکومت وفادار رعایا کی نقل و حرکت کے لئے ریل بناتی ہے - مگر باغی اور بدمعاش بھی اسی میں سفر کرتے ہیں - اگلا ارشاد ملاحظہ ہو کہ پاکیزہ رزق کھا کر کیا کرو -

(يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

سورۃ المومنون رکوع ۳ پارہ ۱۸

ترجمہ - اے رسولو - ستھری چیزیں کھاؤ - اور اچھے کام کرو - بیشک میں جانتا ہوں - جو تم کرتے ہو -

حاصل

یہ نکلا - کہ پاکیزہ چیزیں استعمال کرو - اس کے بعد نیک کام کرو - یہ یاد رہے - کہ اچھا کام وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو -

انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم

اب انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتیں کھائے پیئے - اس کے بعد کام وہ کرے جو فرشتے کرتے ہیں - گویا کہ یہ نیک آدمی ترقی کر کے فرشتوں کی صفات سے متصف ہو گیا - بظاہر تو یہ ایک انسان ہے - مگر صفات کے لحاظ سے فرشتہ سیرت ہوگا - انسان کے اندر یہ صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامنگیری اور آپ ہی کی راہنمائی سے پیدا ہوں گی - مثلاً ۱

تسبیح وتحمید کی تلقین

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ملائکہ عظام اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کرتے ہیں - اب ملاحظہ فرمائیے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو تسبیح وتحمید کی تلقین فرماتے ہیں - عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

متفق علیہ - ترجمہ - ابی ہریرہ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں (قیامت کے دن) میزان

ہیں بڑے بھاری ہونگے۔ رحمن کو پیارے ہیں (اور وہ دو کلمے) سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم ہیں۔

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَایَاهُ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ متفق علیه۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے دن کے کسی حصّہ میں سبحان اللہ و بحمدہ ایک سو مرتبہ پڑھا۔ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

۳۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلٰٓئِكَتِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ رواہ مسلم

ابی ذرؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا سب سے بہتر کلام کونسی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے چُنی ہوئی ہے۔ (وہ کیا ہے) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

اصلی ترقی انسان کی یہ ہے

برادران اسلام۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اذکار الٰہیہ کی تلقین فرما رہے ہیں۔ جو فرشتے کرتے رہتے ہیں۔ اصلی ترقی انسان کی تو یہ ہے۔ کہ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرے۔ جو ملائکہ عظام کے ہیں۔

استغفار کی تلقین

قرآن شریف کی گزشتہ آیت میں آپ سُن چکے ہیں۔ کہ چونکہ وہ خود تو گناہوں سے پاک ہیں۔ اس لئے زمین پر رہنے والوں کے لئے اللہ تعالےٰ سے مغفرت کی دُعا کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ انسان خود گناہ کرتا ہے۔ اس لئے یہ اپنے لئے بھی اللہ تعالےٰ سے گناہوں کی معافی مانگے گا۔ اور دوسروں کے لئے بھی۔ رحمۃ للعالمین کی اپنی اُمت کو تلقین استغفار ملاحظہ ہو۔

۱۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ النَّهَارِ مُوْقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ یَوْمِهٖ قَبْلَ اَنْ یُّمْسِیَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَهَا مِنَ اللَّیْلِ وَهُوَ مُوْقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ اَنْ یُّصْبِحَ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ رواه البخاری

ترجمہ۔ شداد بن اوسؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سید الاستغفار یہ ہے۔ کہ تو کہے۔ اے اللہ تو میرا رب ہے۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے تجھ سے جو (ایمان اور خالص تیری فرمانبرداری کرنے کا) عہد کیا ہے اس پر قائم ہوں۔ اور جو تو نے (اجر دینے کا) وعدہ کیا ہے۔ اس کا امید وار ہوں۔ اپنی توفیق کے مطابق اس کا پابند ہوں۔ جو برائی میں نے کی ہے اس (کے شر) سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے احسان جو مجھ پر ہیں۔ ان کا اقرار کرتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں تو مجھے بخش دے۔ کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے یہ کلمے دن کو کہے۔ ایسے حال میں کہ وہ ان پر یقین کرنے والا تھا۔ پھر اسی دن شام سے پہلے مرگیا۔ تو وہ بہشتیوں میں سے ہوگا۔ اور جس شخص نے یہ کلمے رات کو کہے۔ ایسے حال میں کہ وہ ان کلموں پر یقین کرنے والا تھا۔ پھر وہ صبح ہونے سے پہلے مرگیا۔ تو وہ بہشتیوں میں سے ہوگا۔

۲۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ۔ رواہ الترمذی وابن ماجۃ والدارمی۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب انسان (انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں) خطا کار ہیں۔ اور اچھے خطا کار وہ ہیں جو (گناہ کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔

ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہے

کہ فرشتوں کی طرح انسان بھی استغفار کو اپنا وظیفہ بنائے۔ اور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی استغفار کو روزمرّہ کو اپنا وظیفہ بنانے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ گویا کہ آپؐ یہ چاہتے ہیں۔ کہ آپؐ کی اُمت کا ہر فرد ترقی کر کے ملائکہ عظام کی صفات سے متصف ہو جائے۔

فرشتوں کی طرح دوسروں کیلئے دُعاء مغفرت

برادران اسلام۔ آپ کو یاد ہے۔ کہ عام طور پر مسلمان نماز کے ہر آخری قعدہ میں یہ دُعا پڑھتے ہیں۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ ترجمہ۔ اے ہمارے رب مجھے ہمیشہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما اور میری اولاد کو بھی (نماز کی توفیق عطا فرما) اے ہمارے رب میری دُعا قبول فرما۔ اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔ اور سب مومنوں کو بخش دے۔ جس دن حساب ہوگا۔ (یعنی قیامت کے دن) برادران اسلام۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ ہر مسلمان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ اپنے بھائیوں کے لئے دعاء مغفرت کرے۔ یہی صفت ملائکہ عظام میں تھی۔

دُعا

اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں۔ کہ مجھے اور اس جمعہ میں حاضر ہونے والے ہر مرد اور ہر عورت کو اور ان کے علاوہ تمام مسلمانوں کو صحیح معنی میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دُنیا سے رخصت ہونے سے پہلے ترقی کے منازل طے ہو جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلسِ اخوی

مورخہ ۷ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۵۷ء

قرآن مجید سے مستفید ہونے کیلئے خوفِ خدا کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد میں پہلے آپ سے عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم یہاں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہماری یہ غرض پوری فرما دے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ہم اس سلسلہ اسلام پر عمل کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ کئی بھٹکے ہوئے آمین یا الٰہ العالمین۔ کئی اللہ تعالیٰ کے بندے نام تو اسلام کا لیتے ہیں۔ لیکن راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستے کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا الآیہ (سورہ العنکبوت رکوع ۷ پ ۲۱)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہمارے لئے کوشش کی ہم انہیں ضرور اپنی راہیں دکھا دیں گے۔

یہ اعلان باری تعالیٰ صاف ظاہر کرتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے یا اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ضرور بالضرور رہنمائی فرماتے ہیں۔ اس آیت میں زور دار کلمہ یہ ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ یعنی ہم ضرور بالضرور ان کی رہنمائی فرمائیں گے۔

یہاں جمع ہونے میں ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کا پروگرام قرآن مجید کی شکل میں نازل فرما دیا ہے۔ اس پروگرام یعنی قرآن مجید پر عمل [illegible] پر نہ [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہو۔

مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر پورا بھروسہ ہے کہ میرے احباب نے اس پروگرام پر عمل کرنے کے لئے جتنا قدم اٹھایا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی ان کو اسی طرف رہنمائی فرمائی ہوگی۔ جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین رکھتے۔ وہ نام تو اسلام کا لیتے ہیں مگر [illegible] نام [illegible] پیش نظر ہوتا ہے۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی اس سے سب راضی۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض اس سے سب ناراض۔ اس کی تفصیل حدیث شریف میں آتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَیُحِبُّهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَیُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَیُبْغِضُهٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِیْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَیُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ یُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِی الْاَرْضِ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پھر جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ اور آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس بندہ کے لئے زمین میں بھی قبولیت رکھی جاتی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ جب کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے۔ تو جبرئیل کو بلا کر کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے بغض رکھتا ہوں۔ تو بھی اس سے بغض رکھ۔ جبرئیل بھی اس سے بغض رکھتے اور آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے بغض رکھو۔ اور آسمان والے بھی اس سے بغض رکھتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین میں بھی بغض رکھا جاتا ہے۔

میری آج کی تقریر کا عنوان ہے۔ "قرآن سے مستفید ہونے کے لئے خوف خدا کی ضرورت ہے" یہ مضمون [illegible] قرآن مجید کی اس آیت سے لیا ہے۔

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ (سورہ ق۔ رکوع ۳ پ ۲۶)

ترجمہ: پھر آپ قرآن سے ان کو نصیحت کیجئے جو میرے ڈرانے سے ڈرتا ہو۔

دنیا میں تعمیل احکام محبت یا خوف کی بنا پر کی جاتی ہے۔ ماں محبت کی بنا پر بچے کے ہر حکم کی تعمیل کرتی ہے۔ بچہ جو چیز مانگتا ہے ماں اس کو مہیا کر دینے کی کوشش کرتی ہے۔ کبھی آپ نے یہ تماشا بھی دیکھا ہوگا کہ بچہ اماں اماں کہتا جاتا ہے اور ماں جی جی کہتی رہتی ہے اور یہ تماشا بعض اوقات چند منٹ تک ہوتا رہتا ہے۔ ماں یہ نہیں کہتی کہ کیوں دماغ کھا رہے ہو۔ یہ محبت کا تقاضا ہے جس کو ماں پورا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور اونچے درجے کے اولیاء کرام ہوتے ہیں۔ بعض اولیاء کرام فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں نہ دوزخ کا ڈر ہے اور نہ جنت کی طمع ہے۔ ہمیں تو تیری رضا مطلوب ہے تو جہاں رکھے ہم راضی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں ڈال دے۔ یہ محبت کی بنا پر ہوتا ہے

عامۃ الناس خوف سے اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہبی طور پر احکام الٰہی کی تعمیل کی توفیق مل جائے تو یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ ورنہ کسبًا یہ ملکہ پیدا کرانا پڑتا ہے۔ اللہ کے پاک نام کی برکت سے دنیا کی واہ واہ کا خیال دل سے نکل جاتا ہے۔ اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے اور اولیاء کرام کا شجرہ اسی لئے ہوتا ہے۔ سندھ میں ایک بزرگ تھے۔ اس وقت میری عمر ۱۱ سال کی تھی اور ان کی ۷۰ سال کی۔ بعد میں جب میں نے ان کے حالات سنے تو معلوم ہوا کہ اولیاء کرام میں سے تھے۔ ان کے ایک خادم کے ذمہ ایک ہندو کا قرضہ تھا اس نے ان سے سفارش کے لئے عرض کی یہ بزرگ ہندو کے پاس تشریف لے گئے اور سفارش فرمائی۔ مگر ہندو نہ مانا۔ اس سے ان کو تکلیف ہوئی۔ انہوں نے کھانا نہیں کھایا۔ آپ نے نہیں کھایا تو جماعت نے بھی نہیں کھایا۔ سب نے نہیں کھایا تو سواری کے گھوڑوں نے چارہ نہیں کھایا پھر جب راضی نامہ ہوا تو شیخ نے کھایا تو سب جماعت نے کھایا۔ پھر گھوڑوں نے بھی چارہ کھایا۔ یہ ہے صحبت کا اثر۔ ہمارے حضرت امروٹیؒ کے سندھ میں چار خلیفہ تھے۔ ان میں سے تین انتقال فرما گئے ہیں۔ ایک اعلیٰ حضرت ہالیجی والے زندہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو سلامت رکھے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ حضرتؒ کا عکس سب سے زیادہ حضرت مولانا عبدالعزیزؒ پر تھا۔ وہ یہاں بھی تشریف لائے تھے اور آپ میں سے اکثر احباب نے ان کی زیارت بھی کی ہوگی۔ ان کو حضرتؒ سے عشق تھا۔ ساری عمر گھر بار چھوڑ کر حضرتؒ ہی کی خدمت میں رہے۔ کبھی کبھی چند دن کے لئے گھر جاتے اور پھر حضرتؒ کی خدمت میں واپس آ جاتے انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ وہ اور حضرتؒ گھوڑیوں پر رات کے وقت سفر کر رہے تھے۔ وہ ادب کے خیال سے حضرتؒ سے آگے گھوڑی نہیں بڑھاتے تھے۔ جب صبح صادق کا وقت قریب آیا تو میں نے اپنی گھوڑی کو حضرتؒ کی گھوڑی سے تیز چلایا تاکہ صبح کی نماز بانی پر پہنچ کر پڑھیں۔ جب میری گھوڑی حضرت کی گھوڑی سے زیادہ دور نکل جاتی تو دونوں ہنہناتیں۔ حضرتؒ نے یہ دیکھ کر فرمایا عبدالعزیز تمہیں پتہ ہے کیا ہو رہا ہے

پھر خود ہی فرمایا کہ دونوں سواروں کے آپس کے تعلق کا عکس گھوڑیوں پر بھی پڑ رہا ہے اور وہ بھی ایک دوسرے کی جدائی کو برداشت نہیں کرتیں۔ اہل اللہ کی صحبت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بے ساختہ طبائع میں انس پیدا ہو جاتا ہے اور شیخ کی طرح طالب بھی طیب خاطر سے متبع شریعت ہو جاتا ہے۔

خوف خدا ہو تو شریعت کا اتباع کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سورۃ الانعام رکوع ۶ پ ۷ کی ایک آیت سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

ترجمہ:۔ اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کیے جائیں گے۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى (سورہ النزعت رکوع ۲ ۔ پ ۳۰)

ترجمہ:۔ اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا۔ سو بے شک اس کا ٹھکانہ بہشت ہی ہے۔

خوف خدا سے ایمان اور ایمان سے اسلام پیدا ہوتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اسلام کی ماں ایمان ہے اور ایمان کی ماں خوف خدا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت میں حرصیں مر جاتی ہیں۔ صحبت نصیب نہ ہو تو سب کچھ ریا کے لئے کرتے ہیں۔ ریا شرک ہے۔ گھوٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ صحبت میں آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے بعض کپڑے ایک دفعہ دھونے سے صاف ہو جاتے ہیں۔ بعض کو کئی بار بھٹی چڑھانا پڑتا ہے۔ پھر صاف ہوتے ہیں۔ اسی طرح طالب کی اپنی استعداد باطنی کے مطابق صحبت کی مدت ہوتی ہے کامل بعض کو پانچ منٹ حجرہ میں بٹھا کر مجاز بنا دیتے ہیں۔ بعض کچھ دنوں بعد اور بعض کو برسوں کی مدت میں بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایسا خوف عطا فرمائے کہ کوئی قدم بھی اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف اٹھنے نہ پائے اور خوف خدا کی برکت سے ہر طرح کی نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

تبصرہ

حقیقت عیسائیت
مؤلفہ
حکیم شمس الدین احمد قریشی
دارالاشاعت والتبلیغ ٹیکسلا
قیمت ۵؍

حقیقت عیسائیت ۴۲ صفحات کا رسالہ ہے۔ اس میں مولف نے عیسائی مذہب کا عقیدہ۔ تثلیث کو ان کی اپنی مذہبی کتاب انجیل کے حوالہ جات سے من گھڑت ثابت کیا ہے۔

اور

قرآن حکیم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو اصل پوزیشن واضح کی ہے ان آیات قرآنی کے مطالعہ سے ایک معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ لیتا ہے۔ کہ موجودہ عیسائی مذہب کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اس باطل عقیدہ کے سہارے دنیا میں شیطان کے ایجنٹ بن کر زندگی بسر کرو اور جنت کے وارث بھی بنے رہو۔

عہدِ نبوّت

(از جناب حمید مسلم ایم۔اے۔ چک ۱۲۷۔ جڑانوالہ)

مبارک نام ہے اُن کا کہ جو مقصودِ فطرت ہے — وہ اِک انسانِ کامل نقطۂ تخلیقِ قدرت ہے
نہ آئی تھی کبھی پہلے نہ آئے گی قیامت تک — نظیر اُس مردِ کامل کی یہی تشریفِ بعثت ہے
عمل میں علم میں ظاہر میں باطن میں حمید اتنے — عدو اقرار کرتے تھے سراپا خُلق و رحمت ہے
ہو تدبیرِ مُدن - تدبیرِ منزل - نفس یا مصلح — نمونہ ذاتِ اقدس کا عمل کو خوب سیرت ہے
مُرقّع خوبیوں کے وُہ - خلاصہ تھے فضائل کا — کہوں گر جامعِ اوصافِ اعلیٰ تھے صداقت ہے
مُبشّر نیک بختوں کے تھے مُنذِر کم نصیبوں کے — مُبیّنِ خُلقی کیفیّت پہ قرآنی شہادت ہے
مبانیٔ حق کے عالمگیر مذہب کے زمانے میں — انہیں کی ذاتِ اقدس پر ہُوئی ختمِ رسالت ہے
نہ ہوگی ماند ہرگز تابناکی حشر تک اُس کی — زمانہ بھر میں پُر انوار وہ عہدِ نبوّت ہے

نغمۂ توحید

(از جناب صغیر احمد خاں صاحب واثق رام پوری)

بربطِ اسلام پر توحید کا نغمہ بجا — قل ہو اللہ احد کی تان سے پھر لے بڑھا
تیرے دل میں کامیابی کی اگر ہے آرزو — اُسوۂ شاہنشہِ کونین سے ہر سُر ملا
ہاتھ میں مضرابِ آثارِ صحابہ کی رہے — حُبِّ اہلبیت کی ہر تار سے نکلے صدا
اک سماں بندھ جائیگا ہوگی اگر مومن کی دُھن — ہر طرف اِک شور ہوگا مرحبا صد مرحبا
اپنی ہستی کو کچھ ایسے رنگ سے رنگین کر — ہر نظر حق آشنا ہو ہر صدا ہو حق نوا
لطف تو جب ہے کہ رقصاں ہوں نظر میں خواہشات — اور نہ کچھ پھر نفس سے ہو دور کا بھی واسطا
زندگی بھر شائبہ تک بھی تصنّع کا نہ ہو — ہو خلوصِ بندگی از ابتدا تا انتہا
آبِ عرفاں سے تو اپنا پیرہن شفاف رکھ — وہم کو بھی ہو نہ کچھ رنگینیٔ مکر و ریا
جب پڑے افتاد کوئی اتفاقاً ساز پر — مردِ مومن ہو تجھے احساسِ تسلیم و رضا
اِک شعاعِ طور ہو پڑ جائے جس شے پر نظر — نورِ عرفاں سے جہاں کا ذرّہ ذرّہ جگمگا

ایسے ویسے راگ کی جو بھی تجھے ترغیب دیں
ایسے شیطانوں سے واثق اپنے دامن کو بچا

صحیفۂ نبوت کا ایک صفحہ

(از جناب عبد الرشید صاحب عباسی واہ چھاؤنی)

جہاد اسلامی، کی حقیقت جن مقاصد پر مشتمل ہے اس کے لحاظ سے وہ دنیوی لڑائیوں سے بالکل مختلف ہے اور یہ اختلاف اس قدر بدیہی ہے کہ ہم اس کی ظاہری شکل کے خدو خال کے اندر نمایاں طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ ایک فاتح جب ملک گیری کے ارادہ سے میدان جنگ کا رُخ کرتا ہے۔ تو طبل و دہل کے غلغلے اور قرناء و برق کے ترانے خیر مقدم بجا لاتے ہیں۔ سر پر پرچم لہراتا ہے۔ چتر شاہی آفتاب کی شعاعوں کو بھی اس کی طرف نگاہِ گرم سے دیکھنے نہیں دیتا۔ جاہ و جلال کا یہ دیوتا میدانِ جنگ میں ایک مجسمے کی طرح کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ اور تمام فوج اس مرصع بُت کے گرد طواف کرنے لگتی ہے۔ عظمت و جبروت کا یہ منظر دُنیا کو دفعتہً مرعوب کر دیتا ہے۔ اور اس رعب و داب کے احساس سے اس دُنیوی فاتح کا سر بادۂ کبر و نخوت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خاک و خون میں مل کر بھی یہ نشہ نہیں اُترتا۔ اگر کوئی اس سرِ پُر غرور کو ٹھکرا دیتا ہے تو اس سے مغرورانہ صدا بلند ہوتی ہے۔ ؎

زمیں را منم تاج تارک نشیں
مجنباں مرا تا بجنبد زمیں

لیکن ایک پیغمبر کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ وہ گھر سے جب نکلتا ہے تو اگرچہ مخلصین و مومنین کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن وہ اپنا رفیقِ سفر صرف خدا کو بناتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بغرضِ جہاد روانہ ہوتے تھے تو یہ دُعا کرتے تھے۔ "خدایا! تو ہی ہمارا رفیقِ سفر ہے تو ہی ہمارے بال بچوں میں ہمارا قائم مقام ہے۔ خدایا سفر کے شدائد اور پلٹ کر اہل و عیال کو بُرے حال میں دیکھنے کی مصیبت سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدایا مسافت سفر کو کم کر دے۔ اور ہمارے لئے آسان بنا دے۔" وہ سواری کی پشت پر قدم رکھتا ہے تو خُدا کا شکر ادا کرتا ہے: کیا پاک و برتر ہے۔ وہ خُدا جس نے اس جانور کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا۔ ورنہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔"

وہ سفر سے پلٹتا ہے تو راہ میں خدا کی حمد کا ترانہ گاتا ہوا چلتا ہے "ہم توبہ کر کے لوٹتے ہیں۔ ہم خدا کے عبادت گذار بندے ہیں۔ اور ہم اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہیں پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھتا ہے تو غلغلۂ تکبیر بلند کرتا ہے۔ نیچے اُترتا ہے تو ترنم ریز تسبیح و تہلیل کرتا ہے۔ فوج کو روانہ کرتا ہے تو اس کو نہ غرور طاقت کی یاد دلاتا ہے نہ اُس کے جوش کو دو آتشہ کرتا ہے۔ نہ قدیم کارنامہائے شجاعت کا تذکرہ کر کے اس کے دل کو گرماتا ہے۔ بلکہ اس کے دین کو اس کی امانت کو، اس کے تمام نتائج اعمال کو خدا کے سپرد کر کے رخصت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی فوج کو خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے بھیجتا ہوں۔ وہ منزل پر اُترتا ہے تو نہ سلاطین کی طرح اس کے لئے خیمے قائم کئے جاتے ہیں۔ نہ فرش و بساطِ شاہانہ سے زمین آراستہ ہوتی ہے اور نہ میدان کا نشیب و فراز ہموار کیا جاتا ہے۔ وہ خدا کا نام لے کر فرشِ خاک پر لیٹ جاتا ہے۔ اور اس کے نام کی عظمت کے سہارے پر زمین ہی کو اپنی حفاظت کی خدمت سپرد کر دیتا ہے:۔ اے زمین! میرا اور تیرا دونوں کا خدا ایک ہی ہے مَیں تیرے شر سے، تیری سطح باطنی کے شر سے اور تجھ پر چلنے والوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔" وہ سفرِ جہاد سے پلٹ کر گھر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اس کو خدا کا گھر یاد آتا ہے۔ اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔ جب اس کو فتح و ظفر کی خبر ملتی ہے تو نہ تو اس کے آگے شادیانے بجائے جاتے ہیں نہ جشنِ شاہانہ کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ نہ عیش و طرب کے ترانے گائے جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے خدا کے سامنے سربسجود ہو جاتا ہے اور سجدۂ شکر بجا لاتا ہے۔ اس کو جب مشیت ایزدی سے شکست ہوتی ہے تو وہ فوج کو بالکل جوش و غیرت نہیں دلاتا۔ بلکہ خدا ہی کی غیرت کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی فوج کو خدا کی فوج یقین کرتا ہے۔ آپؐ معرکۂ بدر کے دن کہتے تھے۔ "خدایا کیا تو چاہتا ہے کہ اب زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو؟"

وہ اپنی فوج کی قلت اور دشمن کے لشکر کی کثرت کو دیکھتا ہے، تو صرف رحمت الٰہی سے مدد طلب کرتا ہے۔ اور کسی دنیوی طاقت کے آگے دستِ سوال نہیں پھیلاتا۔ بدر کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا۔ اور آپؐ کو نظر آیا کہ اُن کی جمعیت ایک ہزار ہے۔ اور مسلمان صرف تین سو تیرہ ہیں تو آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر خدا کو پکارنا شروع کیا۔ "خدایا! تُو نے مجھ کو فتح و ظفر کا جو وعدہ کیا ہے اس کو پُورا کر۔ خدایا! اگر مسلمانوں کا یہ مختصر گروہ گرفتار ہو گیا تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔" وہ اس طرح ہاتھ پھیلا کر متصل پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ جوشِ استغراق میں ان کے دوشِ مبارک سے چادر گر گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے اس تضرع و الحاح کو دیکھا تو پاس آئے۔ چادر اُٹھا کر آپ کے کاندھے پر ڈال دی۔ پھر پیچھے سے آ کر آپ سے لپٹ گئے۔ اور کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مناجات ختم کیجئے خُدا نے آپؐ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے جلد پُورا کرے گا۔" میدانِ جنگ میں زخم لگتا ہے تو اس حالت میں صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ "خدایا! میری قوم کو معاف فرما کیونکہ وہ لوگ بے سمجھ ہیں۔" لیکن جب کبھی اس کے ہاتھ سے جہاد کا اصل مقصد فوت ہو جاتا تو وہ از فرق تا بقدم غضب و قہرِ الٰہی کا پیکر جلال و جبروت بن جاتا ہے۔ "خدایا! کفار کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ کیونکہ اُنہوں نے ہماری نمازِ عصر قضا کروا دی۔"

قصہ مختصر کہ ایک فاتح میدانِ جنگ میں سرِ غرور بلند کرتا ہے۔ مگر ایک پیغمبرؐ جبینِ نیاز کو بارگاہِ الٰہی میں جھکاتا ہے۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں زبانِ خود ستا، مگر ایک داعئ حق زبانِ شکر سنج ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مُحسنۂ کائنات

(از جناب ماسٹر لال دین صاحب آخگر بی اے بی ٹی خانقاہ ڈوگراں)

قسط نمبر ۱۱

ھاجراں- بیٹا سعید آ گئے ہو- خط لائے ہو؟

سعید- جی ہاں- مَیں قلم دوات لے کر آتا ہوں-

ھاجراں- (آنسو پونچھ کر) اکبر! بیٹیوں کو تو منگوا لوگے- مگر رہیں گی کہاں؟

اکبر- کیا ہو گیا ہے؟ مجھے آرام آ لینے دو- بشیر اگر اسی ڈگر پر چلتا رہا- تو مَیں اُس کو زمین کے حصّے سے بے دخل کرا دوں گا- اور اُس کا حصّہ باقیوں کے حوالے کر کے مروں گا- پھر دیکھنا کیونکر دماغ ٹھیک ہوتا ہے- ساتھ ہی نذیراں کو بھی سمجھ آ جائے گی-

ھاجراں- قصور تو سارا نذیراں کا ہی ہے بشیر تو اس کے پیچھے لگ گیا ہے- آخر بال بچّوں والا ہے- بے دخل کیوں کراؤ گے جیتا رہے اُس کا گھر آباد رہے-

اکبر- بس ایک دم میں بدل گئی ہو؟

ھاجراں- پہلے مَیں کب اس کے نقصان میں راضی تھی- لاپروا ضرور ہے مگر جب گھر میں اپنی بہو بیٹیاں بیاہ کر لائے گا- تو پھر سمجھ آ جائے گی- کہ دوسرے گھر کی لڑکیاں آج کل سسرال کے گھر میں کیا کچھ کرتی ہیں-

اکبر- سعید قلم دوات لے کر بیٹھا ہے اُس کو خط لکھواؤ- (یہ کہہ کر اکبر کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے)

ھاجراں- (دیکھ کر) اکبر- اکبر

اکبر- " خاموش ہے اور اب غش آ گیا"

" ہاجراں جلدی سے اُٹھ کر اس کا سر گود میں لے لیتی ہے- اور سعید سے کہتی ہے- کہ حمیدہ پڑوسن کو بلا لے- ہائے ہائے واویلا- نذیراں بھی ڈیوڑھی میں آ جاتی ہے- مگر بغیر کچھ بولے- واپس چلی جاتی ہے"

حمیدہ- خالہ جی خیر تو ہے؟

ھاجراں- بیٹی پانی لاؤ-

حمیدہ- لاؤ- تو مَیں خالو کے منہ میں پانی ٹپکاؤں- ہائے- ہائے کیا ہو گیا؟

سعید- (روتے ہوئے) ابّا جی- ابّا جی-

ھاجراں- حمیدہ اور پانی ڈالو-

(حمیدہ اور پانی ڈالتی ہے اور اکبر آنکھیں کھول لیتا ہے)

سعید- (روتے ہوئے) ابّا جی ابّا جی-

(ہاجراں اکبر کے چہرے پر اور آنکھوں پر ہاتھ پھیرتی ہے- مگر اکبر کی آنکھوں میں بار بار آنسو ڈبڈبا آتے ہیں- ساتھ ہی کروٹ بھی بدلتا ہے)

ھاجراں- اکبر اکبر-

اکبر- خیر ہے دل گھبرا گیا تھا- سعید کو بُلاؤ-

حمیدہ- سعید تو پاس ہی بیٹھا ہُوا رو رہا ہے- کیا ہُوا حوصلہ کرو-

(اکبر سعید کو اپنے پاس بُلا کر اپنی چھاتی پر لٹا لیتا ہے- اس کی پیشانی پر بوسے دیتا ہے- سعید اور بھی رونے لگتا ہے- اکبر اس کو پیار سے بہلاتا ہے- جب وہ اچھی طرح بہل جاتا ہے تو اُس کو خط لکھنے کے لئے کہتا ہے-)

سعید- کیا لکھوں-

ھاجراں- یہی لکھو- جو تم نے دیکھا ہے- پہلے زہرہ کو لکھو- کیونکہ اُس کا فاصلہ دُور ہے-

سعید- ہاں؟

اکبر- میرے بیمار ہونے کی خبر لکھ دو- اور کہو کہ آ کر مل جائیں-

ھاجراں- بس دونوں کو ایک ہی مضمون کا خط لکھو- لیکن بیٹا یہ نہ لکھنا- کہ اکبر کو آج غش آ گیا ہے- وہ بیچاریاں یہ سُن کر مر ہی جائیں گی-

" سعید اب سادے طور پر اکبر کے بیمار ہونے کی خبر لکھتا ہے- زہرہ اور صفیہ کو جلدی آنے کی تاکید کرتا ہے- حمیدہ واپس چلی جاتی ہے اور باقی پڑوسنوں کو بھی اکبر کی غش کی خبر کر دیتی ہے"

ایک پڑوسن- ماسی کیا ہُوا- اب کیا حال ہے؟ ہمیں تو بر وقت خبر ہی نہ ہُوئی-

ھاجراں- بیٹی دیکھ لو- اب تو پھر باتیں کرنے لگ گیا ہے-

دوسری پڑوسن- (قدرے عمر میں بڑی ہے) سُنا ہے- اکبر آج کھتریوں کے پوہو کی طرح مر کر دکھانے لگا تھا- نہ بھیّا- میری باری ہے-

اکبر (کمزوری سے مُسکرا کر) بیٹھ جاؤ بہن- اپنی باری سے ہی سب مریں گے-

ایک پڑوسی (فتّو نامی) اکبر کیا حال ہے- معلوم ہوتا ہے کہ تُو گھر والوں کو مکر کر کے دکھاتا ہے- ہاجراں اس کو کھیر اور پوڑے پکا کر کھلاؤ- ابھی ٹھیک ہو جائیگا

" اکبر مسکرا رہا ہے- مگر کمزوری کی وجہ سے کوئی جواب نہیں دیتا-"

ھاجراں- بھائی جی بیٹھ جاؤ- سعید چارپائی لاؤ- (پڑوسی علیحدہ چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے- اتنے میں بشیر بھی آ جاتا ہے- تقریباً نماز عصر کا وقت ہے)

نذیراں (بشیر کے قریب جا کر کان میں) آج تیرے باپ کو غش آ گیا تھا- جا کر اُس کی سُدھ لو-

بشیر- بھینس اور بیلوں کو تم باندھو- مَیں تو لوہار کی دُکان پر جا رہا ہوں- پھر دیر ہو جائے گی-

نذیراں- لوگ کیا کہیں گے- اپنے باپ کے پاس جاؤ- (مسکراتی ہوئی اندر چلی جاتی ہے)

" بشیر پھالہ ہاتھ میں لیتا ہے- ڈیوڑھی میں پہنچ کر دو سرسری باتیں باپ سے کرتا ہے اور چلا جاتا ہے- ہاجراں اس وقت بڑے طیش میں ہے- مگر قہر درویش برجان درویش"

ھاجراں- (اکبر سے) دیکھا تیرے بشیر کو تیرے مرنے جینے کی کوئی پروا ہی نہیں-

اکبر- مجھے بھی آج اس بات پر افسوس ہوا ہے ایسے موقعوں پر غیر بھی ہمدردی سے چند منٹ پاس آ کر بیٹھ جاتے ہیں-

ھاجراں- نذیراں سے ڈرتا ہے- اگلے دن جب نذیراں کے بھائی کے بیمار ہونے کی خبر آئی تھی- تو عین فصل کٹائی کے دن تھے- مگر پُورا ہفتہ دونوں وہاں لگا آئے تھے- گھر بار بھی بھول گیا تھا-

اکبر- سعید! شاید تم خط لکھنا بھول گئے ہو-

سعید- نہیں- ابّا جی- مَیں نے آپا زہرہ اور صفیہ کو آپ کے بیمار ہونے اور جلد آنے کے لئے لکھ دیا ہے- اگر اور کچھ لکھنا ہو تو کہیئے-

اکبر- بیٹا- بچّوں کو پیار لکھ دیجئے- اور آخر میں اپنے بہنوئیوں کو بھی تاکید سے لکھ دو-

(اکبر یہ کہہ کر آنسو بہانے اور پونچھنے

(باقی صفحہ [illegible] پر)

حدیثِ نبویؐ

(از جناب محمدؐ حفیظ اللہ صاحب کچلو- ڈگلس پورہ- لائلپور)

بدقسمتی سے مسلمانوں میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا ہے- جو حدیثِ نبویؐ سے بالکل منکر ہے- گو یہ لوگ صاف اور کھلے لفظوں میں انکار نہیں کرتے- لیکن اپنی تحریروں اور تقریروں میں حدیث نبویؐ کے متعلق ایسا اسلوب اختیار کرتے ہیں- اور اس نوعیت کے اعتراض کرتے ہیں جس سے صاف طور سے مترشح ہوتا ہے کہ انہیں اس کی صداقت کا یقین نہیں- ان کے اعتراضات کا خلاصہ حسب ذیل ہے-

(۱) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشادات گرامی- وحی خداوندی کے ماتحت فرمائے گئے تھے- اور قیامت تک غیر متبدل رہنے تھے تو خلفائے راشدین (بالخصوص حضرت عمرؓ) نے ان میں سے بعض احکامات میں تبدیلیاں کیوں کیں- اور اضافے کیوں فرمائے-

(۲) اگر حضورؐ کے اقوال و افعال اس قدر اہمیّت کے حامل تھے- تو اصحابہ کرام نے ان کو بروقت قلمبند کیوں نہیں کر لیا-

(۳) حدیث کی صحیح ترین کتابوں کے متعلق کبھی یہ عام اعتراف ہے کہ ان میں صحیح اور منسوخ و ضعیف حدیثیں دونوں موجود ہیں- تو ان کی صحت کی کیسے تصدیق ہوسکتی ہے؟ اور حق و باطل کی تمیز کے لئے کونسا معیار مقرر کیا جائے؟

(۴) صحیح حدیثوں میں بھی یہ تفریق کیسے کیجائے کہ حضورؐ نے فلاں کام بشری حیثیت سے کئے اور ان کا فلاں ارشاد دینی حیثیت رکھتا ہے

(۵) اس بات کو کس طرح متعین کیا جائے کہ وہ صحیح سنّت رسول اللہ جس کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے کونسی ہے؟ اور کس کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کا تعیّن کرے اور اس کا فیصلہ تمام اُمّت کے لئے واجب التعمیل ہو جائے؟

(۶) جب صحیحین میں بھی بعض احادیث پائی جاتی ہیں جو محلّ نظر ہیں تو پھر اور کونسی حدیث کی کتاب کو صحیح قابلِ قبول اور واجب العمل سمجھا جائے؟

(۷) احادیث چونکہ آنحضورؐ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد مدون ہونی شروع ہوئیں اس لئے یہ امر مشتبہ ہے کہ حضورؐ کے احکامات اور ارشادات گرامی کے صحیح الفاظ روایات کی اُلجھنوں میں پھنس کر محفوظ رہے ہوں- اور یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ حضورؐ کے بعض افعال من وعن نہ روایت کئے گئے ہوں- بنابریں احادیث کے متعلق کوئی شخص حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ شکوک و شبہات کی پرچھائیں سے بالا تر ہیں- پھر ان کو بطور حجّت شرعی کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ یا اُن کو وہی درجہ دیا جا سکتا ہے جو قرآن کو حاصل ہے-

مندرجہ بالا اعتراضات میں سے شاید بعض فنّی نکتہ نگاہ سے کسی قدر اہم بھی ہوں لیکن کسی طرح بھی ترک حدیث کے لئے حجّت نہیں قرار دیئے جا سکتے- ہاں "خوئے بدرا بہانہ بسیاؔ" کے مصداق ان لوگوں کے لئے ضرور عذر بن جاتے ہیں- جن کے دلوں میں آنحضورؐ کی محبت اور قدر و منزلت صفر کے برابر ہے- جو صرف اس لئے مسلمان ہیں کہ سوئے اتفاق سے مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے پر مجبور پاتے ہیں- اور اس لئے شریعت کی بندھنوں اور پابندیوں سے حتیٰ الامکان آزاد رہنا چاہتے ہیں- یہ لوگ اس امر کو نظر انداز کرجاتے ہیں کہ حدیثوں سے انکار کرکے وہ اس مقدس ہستیؐ کے اقوال و افعال کی پیروی سے انکار کرتے ہیں- جس کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

ترجمہ- اے رسولؐ ان لوگوں سے کہہ دیجئے اگر تم کو اللہ تعالےٰ کی محبت کا دعوےٰ ہے تو میرے احکام کی اطاعت کرو- تاکہ اللہ بھی تم سے محبت کرے-

کیا ایسے لوگ بتلا سکتے ہیں کہ حدیثوں سے انکار کی صورت میں ان کے پاس اتباعِ سُنت (رسول اللہ) کا کیا معیار باقی رہ جاتا ہے- اور وہ حضورؐ کی سیرتِ پاک سے کیا روشنی حاصل کر سکتے ہیں- جس نے لاکھوں انسانوں کی زندگی میں ایسا تغیّرِ عظیم برپا کیا کہ ان کی کایا پلٹ کر رکھ دی- اور وحشی درندوں سے مہذب اور متمدّن انسانوں میں تبدیل ہوگئے-

خود قرآن جس مایۂ ناز زندگیؐ کو اس کے پیروؤں کے لئے "اسوۂ حسنہ" قرار دیتا ہو اور جس برگزیدہ ہستی کی سُنّت کا اتّباع ہمارے لئے موجب فخر اور ذریعۂ نجات ہو اس کے افعال اور کردار کو محض چند وہمی اور فرضی دلائل کے بل بوتے پر درخورِ اعتنا نہ سمجھنا کس قدر ظلم ہے-

یہ لوگ شاید نہیں جانتے کہ حضورؐ کی زندگی- ان کی عادات ان کی معمولی سے معمولی حرکات- ان کے ادنےٰ ارشادے بھی صحابہ کرامؓ کے لئے کس قدر قیمت رکھتے تھے اور ان لوگوں کو حضورؐ کی حرکات و سکنات سے اس قدر دلچسپی اور انہماک تھا کہ جن کو روزانہ حضورؐ کے پاس حاضر ہونے کی سعادت نصیب نہ ہوتی تھی وہ دوسروں کے ساتھ اس بات کا انتظام کرتے تھے کہ جو کچھ وہ حضورؐ کے قریب رہ کر دیکھیں اور سُنیں اس کی تفصیل من و عن ان تک پہنچا دیں- مثلاً حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ چونکہ وہ حضورؐ کی قیام گاہ سے تقریباً تین میل دُور رہتے تھے- اور اس لئے ہر روز شرفِ نیاز نہیں حاصل کر سکتے تھے- انہوں نے ایک اور صحابی کے ساتھ یہ انتظام کر رکھا تھا- کہ ان کی عدم موجودگی میں حضورؐ کی تمام باتوں کو محفوظ رکھیں- اور جب یہ حضرت عمرؓ سے ملیں تو اُن تمام تفصیلات سے اُن کو آگاہ کردیں-

غرض صحابہ کرام کا یہ شیوہ تھا کہ وہ اپنی زندگیوں کو حضورؐ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے- اور آج ہماری بدقسمتی کا یہ حال ہے کہ اس چشمۂ فیض سے سیراب نہ ہونے کے لئے عذر تلاش کر رہے ہیں- شیخ عماد الدین واسطیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ان کو امام ابن تیمیہؒ نے خاص طور سے وصیّت کی کہ ساری چیزیں چھوڑ کر صرف سیرتِ نبویؐ کے مطالعہ اور تدبّر و فکر کو اپنے اُوپر لازم ٹھہرا لیں- کیونکہ بقول امام موصوف کے یقین و ایمان کی تمام بیماریوں کے لئے یہی ایک نسخہ کافی ہے چنانچہ شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ مَیں نے اس وصیّت کو حرزِ جان بنایا اور جو کچھ پایا اسی وسیلہ سے پایا- اور ہمارے اہل قرآن دوست لوگوں کو اس سعادت سے محروم رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں- فاعتبروا یا اولی الابصار

اس مختصر سی تشریح کے بعد مندرجہ بالا اعتراضات

ؔ یہ اعتراضات زیادہ تر طلوعِ اسلام کراچی سے لئے گئے ہیں-

کے جواب عرض کئے جاتے ہیں۔

اعتراض ۱:۔ اگر رسولؐ کے ارشادات وحی خداوندی کی حیثیت رکھتے تھے اور قیامت تک غیر متبدل رہنے تھے تو خلفائے راشدین (بالخصوص حضرت عمرؓ) نے ان میں سے بعض میں تبدیلیاں کیوں کیں۔ اور اضافے کیوں فرمائے۔

جواب:۔ یہ اعتراض محض اس لئے پیدا ہُوا ہے کہ معترضین کو نبوّت کی حقیقت کا صحیح علم نہیں۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے بعض لوگ ایک قدم اور آگے بڑھے تو انہوں نے معاشرت کے احکامات کو مستثنیٰ قرار دیدیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصب نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بلاشبہ خُدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے۔ شاہ ولی اللہؒ صاحب نے اس موضوع پر حجۃ اللہ البالغہ میں ایک نہایت مفید مضمون لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اقوال افعال مروی ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو منصب نبوّت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جن کی نسبت ارشاد خداوندی ہے۔ کہ

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

ترجمہ۔ پیغمبر جس چیز کا تم کو حکم دے اس کی تعمیل کرو۔ اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔

دوسرے وہ احکامات ہیں جن کا منصب رسالت سے کوئی تعلق نہیں اور جن کے متعلق خود حضورؐ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ۔ اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِنْ دِیْنِكُمْ فَخُذُوْا بِهٖ وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَیْءٍ مِنْ رَّاْیٍ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ۔

ترجمہ۔ مَیں ایک بشر ہوں۔ اس لئے جب مَیں دین کے متعلق کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو۔ اور اگر (غیر دینی معاملات میں) اپنی رائے سے کچھ کہوں۔ تو (اس امر کو ملحوظ خاطر رکھو) کہ مَیں ایک بشر ہوں۔

اس کے بعد شاہؒ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نے طب کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا۔ یا جو افعال آنحضورؐ سے عادتاً صادر ہُوئے یا اتفاقاً واقع ہوئے (نہ کہ عمداً و قصداً) یا جو باتیں آنحضرتؐ نے مزعومات عرب کے موافق بیان کیں۔ مثلاً امّ زرع کی حدیث اور خرافہ کی حدیث یا جو احکامات کسی جزوی یا ہنگامی مصلحت کے مطابق دیئے گئے مثلاً لشکر کشی اور اس نوعیت اور بہت سے احکام یہ سب دوسری قسم میں داخل ہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۸۳۳)

شاہ صاحب نے احادیث کے مراتب میں جو فرق بتایا ہے۔ اس سے کسی صاحب نظر کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اس فرقِ مراتب کے موجد در اصل حضرت عمرؓ ہیں۔ کیونکہ ان کو اللہ تعالےٰ نے دل و دماغ کی بہترین صلاحیتوں سے بہرہ ور کیا تھا۔ اور ان کی نکتہ رس طبیعت فوراً معاملہ کی تہ تک پہنچ جاتی تھی۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضورؐ کی حیات طیبہ میں ایسے بہت سے مواقع پیش آتے کہ حضرت عمرؓ نے ان کی رائے مبارک سے بصد ادب اختلاف کیا۔ مثلاً جب آنحضرتؐ نے عبداللہ بن ابی (منافق) کے جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حضرت عمرؓ نے حضورؐ کے اس کریمانہ فعل سے اختلاف کرتے ہُوئے فرمایا۔ "آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں" چنانچہ اللہ تعالےٰ نے حضرت عمرؓ کی رائے کی صحت کی ان الفاظ میں تصدیق کردی:۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ۔ اور اے پیغمبر ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو ہرگز آپ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوکر (فاتحہ خوانی کریں) کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا۔ اور اس حالت میں مرے کہ (دائرہ) ہدایت سے باہر تھے۔

قیدیانِ بدر کے معاملہ میں بھی ان کی رائے آنحضرتؐ کی رائے سے الگ رہی۔ چنانچہ اس کی تصدیق بھی اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ میں کردی:

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

ترجمہ۔ نبی کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ اس کے قبضہ میں قیدی ہوں جبتک وہ ملک میں غلبہ نہ حاصل کرلے (مسلمانو) تم دنیا کا متاع چاہتے ہو اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ (تمہیں) آخرت (کا اجر دے) اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ان باتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے امور کو منصب نبوت سے الگ سمجھتے تھے ورنہ حضرت فاروقِ اعظم جیسا حضورؐ کا شیدائی جنہوں نے حضورؐ کے وصال کی خبر سن کر میان سے تلوار نکال لی تھی۔ اور فرماتے تھے کہ جو کوئی یہ کہیگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں مَیں اس کا سر قلم کر دونگا۔ اگر یہ سمجھتا کہ یہ باتیں منصب نبوّت سے تعلق رکھتی ہیں تو حضورؐ کی رائے کی مخالفت میں ایک لفظ بھی مُنہ سے نہ نکالتا۔ انہوں نے اسی فرقِ مراتب کے اصول پر اور بہت سی باتوں میں جو مذہب اور شریعت سے تعلق نہ رکھتی تھیں۔ حسب صوابدید حالات پر عمل کیا۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت تک ان لونڈیوں کی جن سے اولاد پیدا ہو جاتی تھی برابر خرید و فروخت ہوتی رہی۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ کو بند کردیا۔ آنحضرتؐ نے جنگ تبوک میں جزیہ کی تعداد ایک دینار فی کس مقرر کی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے مختلف ملکوں میں مختلف شرحیں مقرر کیں۔ رسول کریمؐ کے زمانہ میں شراب نوشی کی کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے مقرر کی۔ یہ ظاہر ہے کہ ان معاملات میں حضورؐ کے اقوال و افعال اگر تشریعی حیثیت رکھتے تو حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور متبع سنّت کی کیا مجال تھی کہ ان میں کمی بیشی کر سکتے۔ اگر خدانخواستہ وہ کرنا چاہتے بھی۔ تو صحابہ کرام ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو ایسا کرنے کی اجازت دے سکتے تھے؟ حضرت عمرؓ کو ایسا کرنے کی جُرأت اس وجہ سے بھی ہُوئی کہ جب انہوں نے متعدد معاملات میں حضورؐ کی رائے سے مؤدبانہ اختلاف کیا تو حضورؐ نے حضرت عمرؓ کی رائے کو ترجیح دی۔ اس تفریق اور امتیاز کی وجہ سے فقہ کے مسائل پر بہت اثر پڑا۔ کیونکہ جن امور میں حضورؐ کے ارشادات منصب رسالت کی حیثیت سے نہ تھے۔ ان میں اس بات کا موقع باقی رہا۔ کہ حالات موجودہ کے لحاظ سے نئے قوانین وضع کئے جائیں۔ چنانچہ ایسے ہی معاملات میں حضرت عمرؓ نے زمانے اور حالات کی ضرورتوں کے لحاظ سے بہت سے نئے قاعدے وضع کئے جو آج بھی فقہ حنفیہ میں بکثرت موجود ہیں۔

(باقی پھر)

کشکولِ اخلاق

(از جناب قاری محمد ابراہیم صاحب مسجد لائن سبحان خان شیرانوالہ دروازہ لاہور)

(۱) بندہ جس وقت گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر چار احسان فرماتا ہے۔
(۱) رزق بند نہیں کرتا (۲) تندرستی موقوف نہیں کرتا (۳) گناہ کو ظاہر نہیں کرتا (۴) فوراً عذاب نہیں کرتا۔

چار چیزیں سخت ترین اعمال سے ہیں

(۲) (۱) غصے کے وقت معاف کر دینا (۲) مفلسی کے وقت سخاوت کرنا (۳) خلوت کے وقت پاکدامن رہنا (۴) خوف یا طمع کے باوجود سچی بات کہنا۔

جلدی کرنا چھ کاموں میں سنتِ رسول اللہ ہے

(۳) (۱) مہمان کو کھانا کھلانے میں (۲) مُردے کی تجہیز و تکفین میں (۳) لڑکی کی شادی کرنے میں (۴) قرض ادا کرنے میں (۵) گناہ سے توبہ کرنے میں (۶) اذان سُن کر مسجد کو جانے میں۔

چار چیزوں کو تھوڑا نہ سمجھو

(۴) (۱) قرض (۲) مرض (۳) دشمن (۴) آتش۔ (حضرت لقمان)

پانچ چیزیں قساوتِ قلب کا نشان ہیں

(۵) (۱) توبہ کی اُمید پر گناہ کرنا (۲) علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا (۳) عمل کرنا اور اخلاص نہ ہونا (۴) رزق کھانا اور شکر نہ کرنا (۵) دفن کرنا مُردوں کا اور عبرت نہ پکڑنا۔ (حسن بصری)

تین چیزوں کی قلت ہی بہتر ہے

(۶) (۱) قلّت الطعام (۲) قلّت المنام (۳) قلّت الکلام

غلطی کے تین درجے ہیں

(۷) (۱) سہواً (۲) عمداً (۳) خطاءً۔

یقین کے تین درجے ہیں

(۸) (۱) علم الیقین (۲) حق الیقین (۳) عین الیقین
(۹) مظلوم کی آہ سے ڈرنا چاہئے وہ آہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔

بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں

(۱۰) (۱) پُوت (۲) سپوت (۳) کپوت۔ پُوت وہ ہوتا ہے جو باپ دادا کی عزت قائم رکھے سپوت وہ جو اس میں ترقی کرے۔ کپوت وہ جو اس کو برباد کر ڈالے۔

نمازی چار قسم کے ہیں

(۱۱) (۱) ٹھاٹھ کے (۲) آٹھ کے (۳) کھاٹ کے (۴) تین سو ساٹھ کے۔
ٹھاٹھ کے وہ جو پنجگانہ پڑھتے ہیں۔ آٹھ کے وہ جو آٹھویں دن صرف جمعہ پڑھتے ہیں۔ کھاٹ کے وہ جو مجبوراً نمازِ جنازہ میں کھڑے ہو جاتے ہیں تین سو ساٹھ کے وہ جو صرف عید کے دن شاملِ نماز ہوتے ہیں۔

تین قسم کے نشے بہت تیز ہیں

(۱۲) (۱) نشۂ دولت (۲) نشۂ حسن (۳) نشۂ علم۔ ان میں سے دو زوال پذیر اور نشۂ علم ترقی پذیر ہے۔

پانچ چیزیں بنیادِ فساد ہیں

(۱۳) تنِ زشت - زبان - زور - زمین - اور زر -

چھ چیزوں کا قحط ہے

(۱۴) (۱) اتفاق کا پاکستان میں (۲) نفاق کا انگلستان میں (۳) آدمیت کا سارے جہان میں (۴) وفاداری کا انسان میں (۵) کفایت شعاری کا مسلمان میں (۶) تشخیصِ مرض کا نیم حکیم خطرۂ جان میں۔

سات آدمی قیامت کے دن سایہ عرش کے نیچے ہونگے جس دن اور کوئی سایہ نہ ہوگا

(۱۷) (۱) بادشاہِ عادل (۲) جوان عابد (۳) للہ دوستی رکھنے والا (۴) خوبصورت عورت کے طلب کرنے پر صرف خوفِ خدا سے زنا سے بچنے والا (۵) تنہائی کے اندر خدا سے ڈرنے والا (۶) مسجد کے ساتھ دل لگانے والا (۷) چھپا کر خیرات دینے والا۔

تین آدمی سب سے زیادہ مغضوب ہیں

(۱۸) (۱) فقیر متکبر (۲) بوڑھا زانی (۳) بدکار عالم

قومی ترقی کے چار اسباب ہیں

(۱۹) (۱) اتحاد (۲) علم (۳) دولت (۴) طاقت۔

تین نصیحتیں ایسی ہیں جو یکجا طور پر بہت کم لوگوں کو میسر ہیں

(۲۰) (۱) صحت (۲) فراغت (۳) اطمینانِ قلب

بہشت میں سردار عورتیں چار ہیں

(۲۱) (۱) مریمؑ (۲) آسیہ زوجۂ فرعون (۳) خدیجۃ الکبریٰؓ (۴) فاطمہؓ۔

لوگوں سے کنارہ کش رہنے میں تین برکتیں حاصل ہوں گی

(۲۲) (۱) راحتِ جسمانی (۲) قوتِ روحانی۔ (۳) حفاظتِ ایمانی۔

شیخ کے فیض سے محروم رہنے والے اکثر تین شخص ہیں

(۲۳) (۱) فرزند شیخ (۲) زوجۂ شیخ (۳) خادمِ شیخ۔

بقیہ صحیفۂ نبوت کا ایک صفحہ صفحہ ۱ سے آگے۔
غیظ و غضب کا آتشکدہ - مگر ایک منادِ توحید رحم و کرم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ان دونوں متضاد حالتوں کا انجام بھی نہایت مختلف اور عبرت خیز ہے۔ بادشاہوں کے سرِ پُر غرور بارہا ٹھکرا دیئے گئے۔ لیکن کسی موحد من اللہ کی جبینِ نیاز خاکِ ذلت سے آلودہ نہ ہوئی - بادشاہوں کی زبان خود ستا بارہا ذلت کے ساتھ خاموش کر دی گئی لیکن کسی داعیٔ الٰہی کا نغمۂ حمد و شکر کبھی چُپ نہ ہوا - بادشاہوں کے غیظ و غضب کے شعلے بارہا بجھا دیئے گئے ہیں۔ مگر پیغمبر کے دریائے کرم کو دُنیا کے خس و خاشاک نہ روک سکے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا

صدقات و زکوٰۃ کی حقیقت

(از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

گزشتہ سے پیوستہ

ایسے لوگوں کو دنیا میں بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے، کھانے کمانے سے رُک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے۔ اہل صُفّہ نے اپنے گھر بار چھوڑ کر آنحضرتؐ کی صحبت اختیار کی تھی۔ علم دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں پر جہاد کرنے کو۔ اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علم دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے۔ کہ ان کی مدد کریں اور چہرہ سے ان کو پہچاننا اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے زرد، اور بدن دُبلے ہو رہے ہیں اور آثار جد و جہد ان کی صورت سے نمودار ہیں۔

چونکہ خیرات کرنے سے ادھر تو معاملات میں سہولت و آسانی کی عادت ہوتی ہے اور بیمروتی اور سخت گیری کی برائی دلنشین ہوتی ہے اور ادھر یہ ہو جاتا ہے کہ معاملات و اعمال میں جو گناہ ہو جاتا ہے۔ خیرات سے اس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔ اور نیز خیرات کرنے سے اخلاق و مروت و خیراندیشی و نفع رسانی خلق اللہ میں ترقی ہوتی ہے۔ تو ان وجوہ سے اس رکوع میں اس کا ذکر فرمایا گیا۔ سود لینا چونکہ خیرات کی ضد ہے وہاں مروت و نفع رسانی تھی تو سود میں محض بے مروتی اور ضرر رسانی اور ظلم ہے۔ اس لئے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اس کی ممانعت کا ذکر بہت مناسب ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ پ ۳ ع ۴۔

ترجمہ:۔ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں۔ ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اُگیں سات بالیں۔ ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے۔ سب کچھ جانتا ہے۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنا مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں۔ انہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(تفسیر) اللہ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی بہت ثواب ہے۔ جیسا ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوں اور اللہ تعالےٰ بڑھائے جس کے واسطے چاہے۔ اللہ بہت بخشش کرنے والا ہے اور ہر ایک خرچ کرنے والے کی نیت اور اس کے خرچ کی مقدار اور مال کی کیفیت کو خوب جانتا ہے۔ یعنی ہر ایک سے اس کے مناسب معاملہ فرماتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کئے پر نہ زبان سے احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں طعن سے اور نہ خدمت لینے سے اور نہ تحقیر کرنے سے۔ انہی کے لئے ہے ثواب کامل اور نہ ڈر ہے ان کو ثواب کم ہونے کا اور نہ غمگین ہونگے ثواب کے نقصان پر۔ مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اس کے اصرار اور بدخوئی پر درگذر کرنا بہتر ہے۔ اس خیرات سے کہ بار بار اس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اس کو حاجت نہیں ہے۔ جو صدقہ اس کی راہ میں کرتا ہے۔ اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔ صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے۔ یا اوروں کو دکھانے کو اس لئے صدقہ دیتا ہے کہ لوگ سخی جانیں۔ اس طرح کی بھی خیرات کا ثواب کچھ نہیں ہوتا صدقہ ریا سے باطل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ خرچ کرنے والا مومن ہی کیوں نہ ہو۔ مگر اس قید کو صرف اس نفع کی غرض سے بڑھایا کہ معلوم ہو جائے کہ ریاکاری مومن کی شان سے بعید ہے۔ بلکہ یہ امر منافقین کے مناسب حال ہے۔ اگر کسی نے ریا یا دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اس کی مثال ایسی سمجھو کہ کسی نے دانہ بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی۔ جب مینہ برسا۔ تو بالکل صاف رہ گیا۔ اب اس پر دانہ کیا اُگیگا ایسے ہی صدقات میں ریاکاروں کو کیا ثواب ملے گا۔ اور اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور ثواب حاصل کرنے کے لئے یعنے ان کو یقین ہے کہ خیرات کا ثواب ضرور ملے گا۔ سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا۔ اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہوگا۔ جیسے بلند زمین پر باغ ہے تو جتنا مینہ برسے گا، اتنا ہی باغ کو فائدہ پہنچے گا۔ اور اگر نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے اتنا ہی مال ضائع ہوگا اور نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ زیادہ مال دینے میں ریا اور دکھاوا بھی زیادہ ہوگا۔ جیسا پتھر پر دانہ اُگے گا۔ تو جتنا زور کا مینہ برسے گا اتنا ہی ضرر زیادہ ہوگا۔

صدقہ مثل باغ میوہ دار کے ہے۔ کہ اس کا میوہ آخرت میں کام آئے۔ جب کسی کی نیت بُری ہے تو وہ باغ جل گیا۔ پھر اس کا میوہ جو ثواب ہے کیونکہ نصیب ہو۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ پ ۳ ع ۶ :۔ مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔

اللہ سود کے مال کو مٹاتا ہے۔ یعنی اس میں برکت نہیں ہوتی۔ بلکہ اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام اس کا افلاس ہے اور خیرات کے مال کو بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ اس مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ اللہ برکت دیتا ہے اور اس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ بہت بڑے سخی ہیں۔

انیسویں پارہ تیسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ

نے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص کے تین بیٹے تھے۔ وہ ترکہ میں ایک باغ چھوڑ گیا۔ جس میں میوے تھے۔ اس میں کھیتی بھی تھی۔ سارا گھر اس کی پیداوار سے آسودہ تھا باپ کے زمانہ میں عادت تھی کہ جس دن میوہ توڑا جاتا یا کھیتی کٹتی تو شہر کے سب فقیر محتاج جمع ہو جاتے۔ یہ سب کو تھوڑا بہت دیتا۔ اسی سے برکت تھی۔ اس کے انتقال کے بعد بیٹوں کو خیال ہوا کہ فقیر جو اتنا مال لے جاتے ہیں وہ اپنے ہی کام آئے تو خوب ہو۔ کیوں ہم ایسی تدبیر نہ کریں کہ فقیروں کو کچھ دینا نہ پڑے۔ اور ساری پیداوار گھر میں آ جائے تو آپس میں مشورہ کر کے یہ رائے قرار پائی کہ صبح سویرے ہی میوہ توڑ کر گھر لے آئیں۔ فقیر جائیں گے تو کچھ نہ پائیں گے اور اپنی اس تدبیر پر ایسا یقین جما لیا کہ انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ رات کو بگولا اٹھا آگ لگی یا کوئی اور آفت پڑی۔ سب کچھ کھیت اور باغ صاف رہا۔ وہ سب سوتے ہی رہے صبح ہوتے ہی آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اگر تم نے پھل توڑنا ہے تو سویرے ہی چلو۔ ان کو یقین تھا کہ اب جا کر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔ وہ زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ وہاں پہنچ کر پہچان نہ سکے۔ سمجھے کہ ہم راہ بھول کر کہیں اور جگہ نکل آئے۔ پھر جب غور کیا تو سمجھے کہ جگہ تو وہی ہے۔ مگر ہماری قسمت پھوٹ گئی۔ اور حق تعالیٰ کی راہ سے ہم محروم کئے گئے۔ منجھلا بھائی ان میں زیادہ سمجھ دار تھا۔ اس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا ہوگا کہ اللہ کو مت بھولو۔ یہ سب اسی کا انعام سمجھو اور فقیر محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرا۔ چپ ہو رہا۔ اور انہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ تباہی دیکھ کر اس نے پہلی بات یاد دلائی۔ اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے اور جیسا کہ عام مصیبت کے وقت قاعدہ ہے۔ ایک دوسرے کو الزام دینے لگے۔ ہر ایک دوسرے کو اس مصیبت اور تباہی کا سبب گردانتا تھا آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہماری سب کی زیادتی تھی۔ کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص و طمع میں اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصور وار ہیں۔ مگر اب بھی ہم اپنے رب سے نا امید نہیں۔ کیا عجب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔ یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا۔ جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی اس آفت کو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھ ہو تو آدمی یہ بات سمجھے۔

(حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

مومن کے لئے سائل اس کے دروازہ پر اللہ کا ہدیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ہدیہ اچھی طرح قبول کرنا چاہیئے۔ بالخصوص خدا کا ہدیہ۔ پس سائل کی خوب خدمت کرنی چاہیئے۔

تین آدمیوں میں سے ایک کے پاس دس دینار تھے۔ اس نے اس میں سے ایک دینار صدقہ کر دیا۔ دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے۔ اس نے اس میں سے ایک اوقیہ صدقہ کر دیا اور تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے۔ سو اس نے ان میں سے دس اوقیہ صدقہ کر دیئے۔ یہ سب لوگ ثواب میں برابر ہیں۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ خیرات کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو نیت پر ثواب دیتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک نے اپنے مال کے اعتبار سے دسواں حصہ خیرات کیا۔ اس لئے سب کو برابر ثواب ملے گا۔ ایک دینار دس درہم کا ہوتا ہے۔ اور ایک درہم چار آنے سے کچھ زائد کا اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔

سچی کہانی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا۔ یکایک اس نے بدلی میں آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے۔ اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا۔ اور تمام پانی ایک نالہ میں جمع ہو کر چلا۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہو لیا۔ دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا بیلچہ سے پانی پھیر رہا ہے اس نے اس باغ والے سے پوچھا۔ کہ اے بندۂ خدا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی میں سنا تھا۔ پھر باغ والے نے پوچھا کہ اے بندۂ خدا تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی۔ کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے۔ تو اس میں کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے۔ اس نے کہا۔ جب تو نے پوچھا تو مجھ کو کہنا ہی پڑا۔ میں اس کی کل پیداوار کو دیکھتا ہوں اور اس میں سے تہائی خیرات کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی اپنے لئے اور بال بچوں کے لئے رکھ لیتا ہوں۔ اور ایک تہائی پھر اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

سبحان اللہ! کیا خدا کی رحمت ہے کہ جو اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کے کام غیب سے اسی طرح سرانجام ہو جاتے ہیں کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ بیشک سچ ہے جو اللہ کا ہو گیا۔ اللہ اس کا ہو گیا۔ (باقی پھر)

تبصرہ

ندآء الفرقان
مع الفتاوے
علیٰ ملۃ
دوران القران

مؤلفہ

حکیم شمس الدین قریشی
دارالاشاعت قریشی دواخانہ
ٹیکسلا ضلع راولپنڈی

قیمت ۵/
صفحات ۴۰

مؤلف نے چند آیات قرآنی، احادیث اور چند ایک مسلم فلاسفروں کے خیالات پیش کئے ہیں تاکہ مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھنے اور سمجھنے کا شوق پیدا ہو — نیز یہ بھی واضح کیا ہے۔

کہ علماء سوء۔ جاہل پیر۔ مغرب زدہ تعلیم یافتہ طبقہ اپنے عمل زبان اور قلم سے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور حق پرست علماء کو ہر ممکن طریقہ سے بدنام کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے یعنی مسلمان مذہب سے آزاد ہوتا جا رہا ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ٹیکسلا میں حکیم شمس الدین احمد صاحب قریشی دواخانہ سے حاصل کریں۔

بقیہ محنتہ کائنات صفحہ ۱۱ سے آگے

لگ جاتا ہے)" اب سعید دونوں خط پورے لکھ کر ڈاک میں ڈالنے کے لئے چلا جاتا ہے۔"

ھاجراں۔ اُمید ہے پرسوں تک میری بیٹیوں کو خبر ہو جائے گی۔

اکبر۔ ضرور ہو جائیگی۔ خدا کرے۔ جلدی آجائیں میرا دل اس دفعہ بڑا بے چین ہے۔ ہاجراں تجھ کو خبر ہی ہے کہ مَیں نے زہرہ اور صفیہ سے بشیر اور سعید سے زیادہ ہی پیار کیا ہوگا۔

ھاجراں۔ ہاں بیٹیاں باپ سے زیادہ پیار لیتی ہیں۔ اور بیٹے ماں سے۔

اکبر۔ بچیوں میں بچوں کی نسبت اخلاص اور خدمت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔

ھاجراں۔ یہ ٹھیک ہے۔ مگر یہ بیگانے گھر کی ذات ہوتی ہیں۔ آخر بیٹے ہی بڑھاپے میں کام آتے ہیں۔ مگر ہماری بد نصیبی تیرا بشیر تو نذیراں کے اس قدر ہتّے چڑھ گیا ہے کہ اس کو ہماری اس بے بسی کا خیال تک بھی نہیں آتا ہے۔

"سعید ڈاک خانے سے واپس آکر اکبر کے پاؤں دبانے لگ جاتا ہے۔"

ھاجراں۔ سعید! تُو بھی کل کو بشیر کی طرح اپنی بیوی کا ہی ہو جائے گا۔

سعید۔ نہ امّاں جان۔ مَیں تو شادی ہی نہیں کراؤں گا۔

اکبر۔ نہیں بیٹا! ہم تیری شادی ضرور کرینگے۔ (خوش ہوتا ہے)

ھاجراں۔ ہاں یاد آگیا۔ مولوی عبدالعزیز کو بھی کیوں نہ لکھ دیں۔ کتنا نیک اور ہمدرد بیٹا ہے۔ ماں باپ کا فرمانبردار ہے۔ شاید بشیر کو اور کچھ سمجھائے۔

زنذیراں اپنے بال بچوں میں مشغول ہے۔ صحن میں کام کرتی پھرتی ہے۔ اور بے فکری کے عالم میں کچھ گنگناتی بھی ہے۔ شام کا وقت ہے کھانا تیار ہو چکا ہے۔ لہٰذا تمام کنبہ روٹی کھانے کے لیے بیٹھ گیا ہے۔

(باقی پھر)

دو شعر

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹادی

ہمیشہ کے لئے رہنا نہیں اس دارِ فانی میں
کچھ اچھے کام کر لو چار دن کی زندگانی میں

ہفتہ وار خبریں

پشاور ۵۔ جنوری۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ جب تک مہاجرین کے داخل کئے ہوئے دعاوی کے تصفیہ نہیں ہوتے۔ مقامی لوگوں کی الاٹمنٹوں کو چھیڑا نہیں جائے گا۔

پشاور۔ ۱۶ر جنوری۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ غیر آباد مہاجرین کے لئے پشاور میں کوارٹر تعمیر کئے جائیں گے اور ان کو ان کوارٹروں میں مستقل طور پر آباد کیا جائے گا۔

راولپنڈی۔ ۶ر جنوری۔ آج جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کی ایگزیکٹو کمیٹی نے اقوام متحدہ سے پُر زور مطالبہ کیا ہے کہ وہ کشمیر کے تنازعہ کو حل کرنے کے سلسلے میں اپنی قراردادوں کو فوری طور پر عملی جامہ پہنائے اور باعزت طور پر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو۔

کراچی ۸ر جنوری۔ صدر شام۔ آج تیسرے پہر جب پاکستان کے دس روزہ سرکاری دورہ پر کراچی پہنچے تو کراچی کے عوام نے ان کا شاندار طریقے پر استقبال کیا جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔

کراچی ۷ر جنوری۔ معلوم ہوا ہے کہ مشرقی پاکستان کی صوبائی اسمبلی کا بجٹ اجلاس مارچ کے پہلے ہفتے میں ہوگا۔

کراچی ۸ر جنوری۔ شام کے صدر نے آج یہاں اعلان کیا ہے کہ پاکستان کے مسائل پوری دنیائے عرب کے اپنے مسائل ہیں حقیقت میں پاکستان کا ہر ایک مسئلہ پوری دنیائے اسلام کے نزدیک اپنا مسئلہ ہے۔

کراچی ۸ر جنوری۔ وزارت خارجہ کے ایک ترجمان نے آج ایک اعلان میں بھارتی وزیر اعظم کے اس الزام کی پر زور تردید کی ہے کہ پاکستان بھاری تعداد میں اسلحہ جمع کر رہا ہے

لاہور ۸ر جنوری۔ حکومت مغربی پاکستان نے اعلان کیا ہے کہ جس شخص کو کوئی متروکہ جائداد الاٹ کی جائیگی اس کے مرنے کے بعد اس جائداد کی الاٹمنٹ خود بخود اس کے لواحقین کے نام ہو جائے گی۔

نیویارک۔ ۵ر جنوری۔ آج یہاں اقوام متحدہ کے صدر دفتر سے اعلان کیا گیا ہے کہ سلامتی کونسل ۱۶ر جنوری کو کشمیر کے مسئلے پر پھر غور شروع کرے گی۔

الجزائر ۵ر جنوری۔ بعض فرانسیسیوں کے حالیہ قتل پر گذشتہ روز تقریباً ایک سو فرانسیسی پیراشوٹ کے ذریعے الجزائر شہر میں اُترے۔

پورٹ سعید ۵ر جنوری۔ اگرچہ اقوام متحدہ کی فوج کے کمانڈر نے پیشگوئی کی ہے کہ مارچ تک ۱۰ ہزار ٹن وزنی یا ۲۵ فٹ تک چوڑے جہازوں کو نہر سویز سے گزارنا ممکن ہو جائے گا۔ لیکن اس بات کی گارنٹی نہیں کی جا سکتی کہ نہر سویز کب تک ٹریفک کے لئے کھل جائے گی

لندن ۵ر جنوری۔ مشرقی ایشیا کے مسائل کی بابت نئی امریکی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار نیوز کرانیکل نے عرب اسرائیل مسائل کے لگاتار حل نہ ہو سکنے کے باعث جو صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ وہ ناگزیر طور پر اقوام متحدہ کی نہایت فیصلہ کن آزمائش ہے۔

لندن ۸ر جنوری۔ پاکستان کے وزیر خارجہ ملک فیروز خاں نون کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل میں دوبارہ پیش کرنے کے لئے نیویارک جاتے ہوئے لندن ٹھہر گئے ہیں۔ آج انہوں نے برطانوی حکومت کے سرکردہ لیڈروں سے اہم بات چیت کی۔

بون ۷ر جنوری۔ یمن کے سفارت خانے نے آج یہاں ایک اعلامیہ جاری کیا ہے۔ جس میں اعلان کیا گیا ہے کہ برطانوی طیارے اور ٹینک یمن پر بمباری کر رہے ہیں۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْجَهْلٍ هَلْ یُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَیْنَ اَظْهُرِكُمْ فَقِیْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَاَیْتُهٗ یَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُصَلِّیْ زَعَمَ لِیَطَاَ عَلٰی رَقَبَتِهٖ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ یَنْکُصُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَیَتَّقِیْ بِیَدَیْهِ فَقِیْلَ لَهٗ مَا لَكَ فَقَالَ اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ لَخَنْدَقًا مِّنْ نَّارٍ وَّهَوْلًا وَّاَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّیْ لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے (کفار مکہ یا قریش سے کہا) کہ کیا محمد تمہارے درمیان اپنے منہ کو خاک آلود کرتا ہے (یعنی نماز پڑھتا اور سجدہ کرتا ہے) کہا گیا ہاں۔ اس نے کہا لات و عزّیٰ (بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر میں اس کو ایسا کرتا دیکھوں گا تو اس کی گردن کو روند ڈالوں گا۔ چنانچہ وہ (اس ارادہ سے) نبی صلعم کے پاس آیا۔ اس وقت آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ آپ کی گردن پر قدم رکھنے کے خیال سے آگے بڑھا۔ جونہی اس نے قدم بڑھایا تھا کہ وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹنے لگا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے آپ کو بچانے لگا۔ اس سے کہا گیا ہے۔ یعنی تجھ کو کیا ہوا کہ پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا۔ میرے اور محمدؐ کے درمیان آگ کی ایک خندق ہے خوف ہے اور بازو ہیں (یعنی بہت خوفناک منظر ہے اور فرشتے حفاظت کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر ابوجہل میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اس کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا کر کے لے جاتے

وَعَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَاهُ رَجُلٌ فَشَكَا اِلَیْهِ الْفَاقَةَ ثُمَّ اَتَاهُ الْاٰخَرُ فَشَكَا اِلَیْهِ قَطْعَ السَّبِیْلِ فَقَالَ یَا عَدِیُّ هَلْ رَاَیْتَ الْحِیْرَةَ فَاِنْ كَانَتْ بِكَ حَیٰوةٌ فَلَتَرَیَنَّ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَیٰوةٌ لَتُفْتَحَنَّ كُنُوْزُ كِسْرٰی وَلَئِنْ طَالَتْ بِكَ حَیٰوةٌ لَتَرَیَنَّ الرَّجُلَ یُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهٖ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ یَطْلُبُ مَنْ یَّقْبَلُهٗ فَلَا یَجِدُ اَحَدًا یَّقْبَلُهٗ مِنْهُ وَلَیَلْقَیَنَّ اللّٰهَ اَحَدُكُمْ یَوْمَ یَلْقَاهُ وَلَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَهٗ تَرْجُمَانٌ یُّتَرْجِمُ لَهٗ فَلَیَقُوْلَنَّ اَلَمْ اَبْعَثْ اِلَیْكَ رَسُوْلًا فَیُبَلِّغَكَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَقُوْلُ اَلَمْ اُعْطِكَ مَالًا وَّاُفْضِلْ عَلَیْكَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیَنْظُرُ عَنْ یَّمِیْنِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ وَیَنْظُرُ عَنْ یَّسَارِهٖ فَلَا یَرٰی اِلَّا جَهَنَّمَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ قَالَ عَدِیٌّ فَرَاَیْتُ الظَّعِیْنَةَ تَرْتَحِلُ مِنَ الْحِیْرَةِ حَتّٰی تَطُوْفَ بِالْكَعْبَةِ لَا تَخَافُ اِلَّا اللّٰهَ وَكُنْتُ فِیْمَنِ افْتَتَحَ كُنُوْزَ كِسْرَی بْنِ هُرْمُزَ وَلَئِنْ طَالَتْ بِكُمْ حَیٰوةٌ لَتَرَوُنَّ مَا قَالَ النَّبِیُّ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهٖ رواہ البخاری۔

ترجمہ: عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص آیا۔ اس نے لٹ جانے کی شکایت کی (یعنی یہ کہا کہ ڈاکوؤں نے اس کو لوٹ لیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عدیؓ تو نے شہر حیرہ کو دیکھا ہے (حیرہ کوفہ کے قریب ایک شہر ہے) اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا کہ عورت حیرہ سے (تنہا) سفر کرے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے گی۔ اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا کہ کسریٰ (شاہ فارس کے خزانے کھولے جائیں گے) (یعنی غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ملیں گے) اور اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا کہ آدمی مٹھی بھر کر سونا چاندی نکالے گا اور اس شخص کو تلاش کرے گا جو اس کی اس خیرات کو قبول کرے اور اس کو ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا۔ اور البتہ قیامت کے دن تم میں سے کوئی شخص اس حال میں خدا سے ملے گا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی مترجم نہ ہوگا جو خدا سے اس کا حال بیان کر دے۔ پھر خدا تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تیرے پاس رسول کو نہیں بھیجا تھا تاکہ وہ تجھ کو دین کے احکام پہنچا دے۔ وہ کہے گا ہاں۔ مال بھی دیا تھا اور احسان و اکرام بھی کیا تھا۔ وہ کہے گا ہاں مال بھی دیا تھا اور احسان و اکرام بھی کیا تھا۔ پھر وہ شخص اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو دوزخ نظر آئے گی۔ اور بائیں طرف دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگو! دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کر کے بچاؤ۔ اور جس شخص کے پاس یہ بھی نہ ہو تو سائل سے نرمی اور اخلاق کے ساتھ بات کرو۔ عدیؓ بن حاتم راوی کہتے ہیں کہ میں رسول خداؐ کے ارشاد کے مطابق حیرہ سے خانہ کعبہ تک عورت کو سفر کرتے دیکھا اس حال میں کہ وہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتی تھی۔ پھر میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو کھولا اور اگر تم زندہ رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے ارشاد کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ یعنی لوگ مٹھی بھرے سونا چاندی لئے پھریں گے۔ اور کوئی شخص ان کو لینے والا نہ ملے گا۔

بچوں کا صفحہ

از صوفی محمد شفیع عمر الدین۔ دفتر دار میر پور خاص

ہمیشہ سچ بولو۔

۱۔ پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ ع ۱۵)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور سچوں کے ساتھ رہو۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جان بوجھ کر یا مذاق کے طور پر جھوٹ نہ بولنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں اس بات کی بھی ہرگز گنجائش نہیں (ابن کثیر)۔ لہذا ہمیں دل لگی کے طور پر بھی جھوٹ سے بچنا چاہیئے

۳۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جب توبہ سچ بولنے کی بدولت قبول ہوئی تو آپ نے عہد کر لیا کہ "جب تک زندہ رہوں گا۔ ہمیشہ سچ ہی بولوں گا"۔

۴۔ آپ کی توبہ قبول ہونے کا مختصر حال یوں ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کی تیاری کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا۔ چونکہ سفر دور دراز کا گرمی کی موسم میں در پیش تھا۔ صحابہ کرامؓ فوراً تیاری میں لگ گئے۔ حضرت کعبؓ تیاری کو آج کل پر ٹالتے رہے۔ آپ کو خیال تھا کہ سفر کے لئے ایک کی بجائے دو اونٹنیاں گھر میں موجود ہیں۔ سامان کی فراہمی کے لئے اللہ تعالیٰ نے کافی مال و دولت دے رکھا ہے۔ آخر وہ دن بھی آ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی جماعت کے ساتھ مدینہ شریف سے کوچ فرمایا۔

۵۔ اس وقت چونکہ آپ تیار نہ تھے۔ مدینہ شریف میں رک گئے۔ اور یہ ارادہ کر لیا کہ دو دن میں تیاری کر کے مجاہدین کو راستہ میں ہی جا ملوں گا۔ مگر آج نہیں کل تیاری کر لوں گا۔ کے ہیر پھیر میں یہ دو دن بھی گزر گئے۔ اور آپؓ نے تیاری نہ کی۔ اب مجاہدین کے لشکر کو ملنا نا ممکن ہو گیا اور مجبوراً آپؓ کو مدینہ شریف میں رہنا پڑا۔

۶۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین سمیت واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں سے باز پرس فرمائی جب آپ کی باری آئی تو آپؓ نے من و عن سچی بات کہہ دی کہ ان کو پیچھے رہ جانے کے لئے کوئی معقول عذر در پیش نہ تھا۔ محض آج کل کے ہیر پھیر نے تیار نہ ہونے دیا اور اس فریضہ سے محروم رکھا۔

۷۔ آپ کی طرح دوسرے دو صحابہ کرامؓ نے بھی سچی بات بارگاہ رسالت میں پیش کر دی تھی۔ لہذا ان کے بلا عذر جہاد میں نہ شامل ہونے کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابہ کرامؓ کو حکم صادر فرمایا۔ کہ ان تینوں حضرات سے کوئی بھی بات چیت نہ کی جائے۔ آنحضرتؐ کے اس حکم کا یہ اثر تھا کہ یہ پنجگانہ نماز پڑھنے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے۔ ضروریات زندگی ان کو بازار میں لے جاتیں۔ مگر آپ سے کوئی ہمکلام نہ ہوتا۔

۸۔ حضرت کعبؓ کو اس مایوسی کے عالم میں شاہ غسان کا خط ملا کہ ہمارے ملک میں چلے آؤ۔ ہم آپ کی ہر قسم کی دلجوئی کریں گے۔ آپ پر یہ بات بہت گراں گزری۔ خط کو سپرد آگ کر دیا اور بے دین بادشاہ کی دعوت کی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا۔ اور دین اسلام سے سرِ مُو بھی نہ ہٹے۔

۹۔ جب اس مایوسی کی حالت میں چالیسواں دن آیا تو بارگاہ رسالت سے تینوں حضرات کو حکم ملا۔ کہ اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ حضرت کعبؓ نے اس فرمان کے صادر ہوتے ہی اپنی بیوی کو میکے بھیج دیا

۱۰۔ اس مایوسی کے زمانہ میں آپ کا شغل نماز با جماعت ادا کرنا، اللہ تعالیٰ کے دربار میں توبہ و استغفار کرنا اپنی لغزش پر ندامت اور پشیمان ہونا اور رو رو کر دست بدعا ہوتا تھا۔ آخر رحمتِ باری تعالیٰ جوش میں آئی اور پچاس دن کے بعد توبہ قبول ہوئی۔ مایوسی خوشی میں بدل گئی۔ ہر طرف سے مبارکبادیاں ملنی شروع ہوئیں۔ آپ نے توبہ کی قبولیت کی خوشی میں اپنا بہت سارا مال و دھن راہ مولا میں لٹا دیا اور آپ نے مذکورہ بالا ہمیشہ سچ بولنے کے عہد کو خوب نبھایا۔

۱۱۔ اس واقعہ سے ہمیں بہت سارے سبق حاصل ہوتے ہیں مثلاً

۱۔ ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے اور جھوٹ کے قریب بھی نہ جانا چاہیئے۔

۲۔ آج کے کام کو کل پر نہ ٹالنا چاہیئے آج کا کام آج ہی کر لینا چاہیئے۔

۳۔ اپنا میل جول ہمیشہ سچوں کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔

۴۔ قرآن شریف اور حدیث شریف کے ہر حکم کو بلا چون و چرا مان کر ان پر عمل کرنا چاہیئے۔

۵۔ اپنا ایمان دنیا کی خاطر برباد نہ کرنا چاہیئے اور بڑے سے بڑے لالچ میں بھی نہ آنا چاہیئے۔ دیکھئے آپ نے بادشاہ کی دعوت تک ٹھکرا دی۔

۶۔ ہمیشہ اپنی خطاؤں پر پشیمان اور نادم ہونا چاہیئے اور توبہ اور استغفار کرتے رہنا چاہیئے۔

۷۔ نیک بات کرنے کا جو عہد کریں اس پر کاربند رہنا چاہیئے۔

جسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبد المنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری C/۱۶۳۲۱- مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T-B-C/۲۷۳۰-۲۷۸۱- مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۵؍ روپے
ششماہی ۳؍
فی پرچہ ۲؍

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے ملنے کا پتہ

۱- واہ چھاؤنی	مولانا ضیاء الدین صاحب خطیب
۲- راولپنڈی	ناظم صاحب دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار
۳- ملتان شہر	طبیب امیر علی قریشی - مدرسہ خیر المدارس ڈاکٹر فیروز الدین احمد بوہڑ والا دروازہ
۴- منٹگمری	مولانا عبد العزیز صاحب مسجد نور
۵- گوجرانوالہ شہر	مولوی نور الدین صاحب نوشہرہ روڈ متصل مسجد ملک لال خان مولانا عبد الواحد صاحب خطیب جامع مسجد کریانہ مرچنٹس
۶- اوکاڑہ ضلع منٹگمری	مولوی علی محمد۔ نذیر احمد۔ گول بازار
۷- کہروڑ پکا ضلع ملتان	ابو ظفر حاجی نور محمد صاحب چوہان مینیجر مسلم نیوز ایجنسی